# SENATE OF PAKISTAN

## SENATE DEBATE

*Thursday, February 27, 1992*

The Senate of Pakistan met in the Senate Hall (Parliament House) Islamabad at ten of the clock in the morning, with Mr. Chairman (Mr. Wasim Sajjad) in the Chair.

---

## RECITATION FROM THE HOLY QURAN

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وُوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ
لَا يُظْلَمُونَ ﴿٢٥﴾ قُلِ اللَّهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ
مَن تَشَاءُ وَتَنزِعُ الْمُلْكَ مِمَّن تَشَاءُ وَتُعِزُّ مَن تَشَاءُ وَتُذِلُّ
مَن تَشَاءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿٢٦﴾ تُولِجُ اللَّيْلَ
فِي النَّهَارِ وَتُولِجُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ
وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَتَرْزُقُ مَن تَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿٢٧﴾

[ترجمہ : اور ہر جان کو اس کی کمائی پوری بھر دی جائے گی اور ان پر ظلم نہ ہو گا۔ یوں عرض کر اے اللہ ملک کے مالک تو جسے چاہے سلطنت دے اور جس سے چاہے سلطنت چھین لے اور جسے چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلت دے۔ ساری بھلائی تیرے ہی ہاتھ ہے بے شک تو سب کچھ کر سکتا ہے تو دن کا حصہ رات میں ڈالے اور رات کا حصہ دن میں ڈالے اور مردہ سے زندہ نکالے اور جسے چاہے بے گنتی دے]

# SENATE OF PAKISTAN

## SENATE DEBATE

*Thursday, February 27, 1992*

The Senate of Pakistan met in the Senate Hall (Parliament House) Islamabad at ten of the clock in the morning, with Mr. Chairman (Mr. Wasim Sajjad) in the Chair.

---

## RECITATION FROM THE HOLY QURAN

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ
لَا يُظْلَمُونَ ﴿٢٥﴾ قُلِ اللَّهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ
مَن تَشَاءُ وَتَنزِعُ الْمُلْكَ مِمَّن تَشَاءُ وَتُعِزُّ مَن تَشَاءُ وَتُذِلُّ
مَن تَشَاءُ ۖ بِيَدِكَ الْخَيْرُ ۖ إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿٢٦﴾ تُولِجُ اللَّيْلَ
فِي النَّهَارِ وَتُولِجُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ ۖ وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ
وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ ۖ وَتَرْزُقُ مَن تَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿٢٧﴾

[ترجمہ : اور ہر جان کو اس کی کمائی پوری بھر دی جائے گی اور ان پر ظلم نہ ہو گا۔ یوں عرض کر اے اللہ ملک کے مالک تو جسے چاہے سلطنت دے اور جس سے چاہے سلطنت چھین لے اور جسے چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلت دے۔ ساری بھلائی تیرے ہی ہاتھ ہے بے شک تو سب کچھ کر سکتا ہے تو دن کا حصہ رات میں ڈالے اور رات کا حصہ دن میں ڈالے اور مردہ سے زندہ نکالے اور جسے چاہے بے گنتی دے]

## POINT OF ORDER
## *RE* : CUTTING OF TREES IN ISLAMABAD

جناب چیئرمین : جزاک اللہ......جی فرمائیں۔

سید اقبال حیدر : پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب چیئرمین! میں آپ کی توجہ ایک اہم معاملے کی طرف دلانا چاہتا ہوں کہ اس اسلام آباد میں سنگین قتل عام درختوں کا ہو رہا ہے۔ روزانہ سینکڑوں کی تعداد میں درخت کاٹ کر گرائے جا رہے ہیں اور اس میں urgency اسی بناء پر ہے کہ اس میں جتنی delay ہم کریں گے اتنا زیادہ ہمارا environmental پرابلم بن رہا ہے اور میں نے اس کے لئے آپ کے آفس میں Call attention notice file کیا ہوا ہے۔ میری آپ سے گزارش یہی ہے کہ اس سنگین نوعیت کی قتل و بربریت کا نوٹس فوری طور پر لیا جائے۔ میں آپ کا بہت مشکور ہوں گا۔

جناب چیئرمین : دیکھتا ہوں جی۔ اس کو میں دیکھتا ہوں۔ جی جناب! میر عبدالجبار صاحب۔

میر عبدالجبار : جناب چیئرمین! میں آپ کی توجہ رول نمبر ۳۳ کی طرف مبذول کراتا ہوں اور یہ رول ہمارا بنا ہوا ہے جی کہ جب صدر کے خطاب پر بحث ہو رہی ہو تو وقفہ سوالات نہیں ہوتا۔ جبکہ جوابدہی کا مؤثر طریقہ یہی ہے کہ اب اس میں وقفہ سوالات دیں کیونکہ تمام کام ہمارا رکا ہوا ہے لہذا اس ضمن میں ایوان سے رائے معلوم کر لی جائے تو مشکور ہوں گا۔

جناب چیئرمین : نہیں جی۔ پہلے ہی دیکھیں ناں دقت یہ ہے کہ Presidential speech پہ خاصے دن لگ چکے ہیں لیکن ابھی بھی بہت سی تقاریر باقی ہیں۔ تو اگر ہم نے question hour بھی allow کر دیا تو پھر تو یہ دو مہینے ختم نہیں ہو گا۔

میر عبدالجبار : جناب! آپ ہر مقرر کا time limit کر سکتے ہیں۔

جناب چیئرمین : وہ اگر کر لیں۔ رضامندی ہو تو پھر time limit کرنے کے لئے

تیار ہوں...... لیکن میرا خیال ہے اگر تھوڑا سا رضاکارانہ طور پر اختصار کر لیا جائے یعنی بجائے چار گھنٹے کی تقریر کے گھنٹہ، پون گھنٹہ تقریر کر لی جائے تو زیادہ مناسب ہو گا۔

سید اشتیاق اظہر: جناب چیئرمین! آج پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین : جی جناب! فرمائیے۔

سید اشتیاق اظہر : یہ جناب کل بل کے متعلق جو گفتگو ہوئی تھی تو جناب وزیر داخلہ یہاں موجود ہیں۔ اگر اجازت دیں تو ہم نے ان سے وضاحت مانگی تھی تو وضاحت کر دینا چاہیں تو اس وقت وہ کر سکتے ہیں اگر آپ اجازت دے دیں تو۔

جناب چیئرمین : کس چیز پہ جی۔

سید اشتیاق اظہر : کل جو ایک بل تھا کہ جس میں ہم نے کہا تھا کہ وزیر داخلہ وضاحت کریں۔

جناب چیئرمین : وہ جب آئے گا تو تب دیکھیں گے جی...... جی جناب! بہرہ ور سعید صاحب۔

اخونزادہ بہرہ ور سعید: جناب والا! میرا اور طارق چوہدری صاحب کا ایک جوائنٹ موشن تھا جس میں ہم نے نوٹس دیا تھا......

جناب چیئرمین : وہ کون سا ہے جی۔

اخونزادہ بہرہ ور سعید: یہ ہے جی۔ 36(9)/3692

جناب چیئرمین : یہ کس کے بارے میں تھا۔

اخونزادہ بہرہ ور سعید: یہ جناب! ۱۹ دسمبر کے واقعہ کے بارے میں تھا جو لیڈر آف دی اپوزیشن اور اس کے دوستوں نے کیا تھا۔

جناب چیئرمین : اس کی اب ضرورت نہیں کیونکہ اب بحث ہو رہی ہے اور سب لوگ اسی پر اظہار خیال کر رہے ہیں۔

اخونزادہ بہرہ ور سعید: جناب! جب باری آئے گی تو اگلے سال آئے گی میرا نام تو پتہ

نہیں کہاں آخر میں رکھا ہوا ہے اور جب باری آئے گی تب وقت کی پابندی ہو جائے گی۔

جناب چیئرمین : نہیں نہیں جلدی آ جائے گی اور آپ کے ٹائم کی limit نہیں کریں گے۔

اخونزادہ بہرہ ور سعید : جناب! اس کو تو لے لیں جی یہ بڑا لازمی ہے Privilege motion ہے۔

جناب چیئرمین : نہیں بہرہ ور سعید صاحب! یہ معاملہ اہم تھا لیکن چونکہ اس پہ بحث already ہو رہی ہے اور دونوں طرف سے اس پر تبصرہ بھی ہو رہا ہے اس کو دوبارہ ایک اور شکل میں لینا کوئی مقصد نہیں بنتا۔

اخونزادہ بہرہ ور سعید: ٹھیک ہے جی۔ اچھا میری تجویز ہے کہ روز ہم session کیوں نہ کریں۔ صبح اور شام sitting کریں۔ یہ اچھا ہو گا۔

جناب چیئرمین : یہ آپ آپس میں فیصلہ کریں۔ مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں۔ اور یہ آپ پہ ہی منحصر ہے۔

اخونزادہ بہرہ ور سعید: جناب! نہیں میں نے ایک قرارداد پیش کی ہے لیکن ابھی تک نہیں آئی کیا بات ہے ہم بھی تو پڑے ہیں راہوں میں۔ تنخواہیں اور الاؤنسز بڑھانے کی درخواست کی تھی۔

جناب چیئرمین : وہ بھی دیکھتے ہیں جی۔

اخونزادہ بہرہ ور سعید: آپ دیکھتے دیکھتے رہ جائیں گے اور ہم......

جناب چیئرمین : جی جناب! گلزار صاحب۔

PRIVILEGE MOTION
*RE* : PERMISSION FOR TWO SECURITY PASSES
TO EACH PARLIAMENTARIANS

جناب گلزار احمد خان: جناب! میں نے Call attention notice serve کیا ہوا ہے۔

جناب چیئرمین : کس چیز کے بارے میں۔

جناب گلزار احمد خان: یہ سب کے مفاد میں ہے جی کہ Parliamentarian کو دو سیکورٹی passes دینے کی اجازت۔

جناب چیئرمین : دیکھیں ناں وہ......

جناب گلزار احمد خان: میری عرض سن لیں جناب! دریا سے پانی بخشنے والی بات ہے۔ وہ بھی تو یہ نہیں بخش رہے ہیں حکومت والے۔ تو اور کیا دیں گے کسی کو۔ اور یہ سب مفاد میں ہے۔ پچھلے سال تو یہ دے دیئے اور لوگوں نے یہ گنوا لئے۔ ابھی وہ سال ختم ہوا تو اب انہوں نے عمر کی قید لگا دی ہے کہ ۲۰ سال سے زیادہ......

جناب چیئرمین : جی وہ آیا ہے Privilege Motion......

جناب گلزار احمد خان: نہیں جناب! Call attention notice ہے۔

جناب چیئرمین : تو پھر Call attention notice نہیں بنتا۔

جناب گلزار احمد خان :اچھا، تو Privilege بن جاتا ہے جی...... یہ تو جناب وہ بات ہے کہ کہتے ہیں کہ کسی کی شادی ہوئی تھی تو مبارک دینے چار پانچ سو میل سے ایک آدمی آیا کہنے لگا مبارک ہو اس نے کہا کس کی۔ جواباً اس نے کہا کہ تمہاری شادی ہوئی ہے تو اس نے جواب دیا وہ تو بھاگ بھی گئی ہے۔ وہ تو یہ مسئلہ ہو گیا ہمارے ساتھ۔

جناب چیئرمین : وہ آجائے گا ٹھیک ہے۔ جی جناب! چوہدری صاحب۔

چوہدری شجاعت حسین : جناب والا! ابھی جو اشتیاق اظہر صاحب نے فرمایا کل پرسوں حکومت پر کافی تنقید کی گئی جو تمام اخبارات میں head lines کے ساتھ شائع ہوئیں۔ اس کی تھوڑی سی وضاحت کرنا چاہتا ہوں اگر اجازت دیں تو۔

جناب چیئرمین : جی فرمایئے۔

چوہدری شجاعت حسین : جناب والا! یہ بل جس پر بعض حضرات نے تنقید کی۔ میں یہ ضرور کہوں گا کہ انہوں نے اس بل کا مطالبہ نہیں کیا۔ یہ جناب ۸۶ء میں ایک بل میں

ترمیم پیش کی گئی تھی۔ مارشل لاء کے دور میں اس میں یہ کہا گیا تھا کہ جو عدالتیں چل رہی ہیں ان عدالتوں میں جہاں پر Session Judges یا Additional Session Judges جو Presiding Officers ہیں ان کی جگہ Magistrates اور Additional Magistrates جو ہیں لگا دیئے جائیں۔

جناب اعجاز علی خان جتوئی: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب وزیر صاحب ۸۶ء کا کہہ رہے ہیں جبکہ ۸۶ء میں مارشل لاء نہیں تھا۔

چوہدری شجاعت حسین : کیا تھا جی۔ کبھی آپ مارشل لاء اس کو کہتے ہیں۔ جناب والا! کل جتوئی صاحب نے اپنی تقریر میں اس تمام زمانے کو مارشل لاء قرار دیا اور آج یہ کہہ رہے ہیں کہ مارشل لاء نہیں تھا۔

جناب چیئرمین : بہرحال واقعاتی طور پر دسمبر ۸۵ء میں مارشل لاء اٹھا دیا گیا تھا۔

(مداخلت)

چوہدری شجاعت حسین : اگر ابھی بھی جناب والا مارشل لاء کا دور ہے تو ان کے بھائی ابھی بھی مارشل لاء کے دور میں وزیر ہیں۔

(مداخلت)

جناب چیئرمین : جی آپ! اپنی Statement دیں اس جھگڑے میں کیوں پڑتے ہیں۔

چوہدری شجاعت حسین : تو جناب! میری اس میں گزارش ہے کہ اس میں سیشن ججوں کی بجائے ایڈیشنل مجسٹریٹوں کو رکھا گیا تھا جو کہ نہیں ہونا چاہیئے۔ اسی طرح دوسری شق جس کو تبدیل کرنے کو کہا گیا اس میں یہ ہے کہ حکومت کے پاس اختیار ہونا چاہیئے کہ وہ شیڈول میں change کر سکے اور ہر قسم کے جرائم اس میں لا سکے۔ اور اسی طرح تیسری ترمیم جو تھی وہ یہ تھی کہ تمام Rules, Regulations کو حکومت جسے چاہے تبدیل کر سکتی ہے۔ بجائے اس کے کہ حکومت کی تعریف کی جاتی کہ یہ بل نہیں لانا چاہتے اس کی بجائے یہاں پر تنقید کی گئی اور حکومت کی نااہلی گردانا گیا اور یہ نہیں کرنا چاہتے۔ اور حکومت

کو یہ نہیں کرنا چاہیئے تھا......

جناب چیئر مین : نہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ حکومت کچھ بتاتی نہیں۔ اصل وجہ یہ ہے کہ حکومت بتاتی کچھ نہیں ناں۔ اگر یہی بات آپ پہلے بتا دیتے۔

(مداخلت)

ڈاکٹر بشارت الٰہی : مسٹر چیئر مین! جی وزیر صاحب نے کہا ہے کہ یہ بل مارشل لاء کے دور میں introduce ہوا غلط بات، دوسری اگر یہ تھی حکومت تو اگر اس کا حکومت کو احساس تھا کہ یہ بل غلط ہے اور عوام کے مفاد میں نہیں ہے تو Senate میں کیوں لایا گیا۔ اگر Senate سے بھی پاس ہو گیا۔ جب قومی اسمبلی میں گیا تو پھر انہیں ہوش آیا تو وہاں سے کیوں withdraw نہیں کیا گیا۔? Why did they allow it to lay

**Mr. Chairman :** All is well that ends well.

## LEAVE OF ABSENCE

جناب چیئر مین : اچھا جناب! leave application ہیں جناب۔

جناب محمد حمید الدین سیالوی صاحب ایک ضروری کام کی وجہ سے آج مورخہ ۲۷ فروری کو اجلاس میں حاضر نہیں ہو سکیں گے لہٰذا انہوں نے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے کیا آپ ان کی رخصت منظور فرماتے ہیں۔

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئر مین : سید غوث علی شاہ وزیر برائے دفاع نے اطلاع دی ہے کہ سرکاری دورہ پر وہ ملک سے باہر ہیں لہٰذا وہ ۲۵/ تا ۲۷/ فروری اجلاس میں نہیں شریک ہو سکیں گے۔ اچھا جی!

## RECOGNITION OF LEADER OF OPPOSITION

**Mr. Chairman :** There is one matter which has been pending

with me for quite some time and that is the question of the recognition of the Leader of the Opposition. I have now been able to consider from all different aspects. There were two groups which were contending for being recognised as being the Opposition Group and therefore their leaders as a Leader of the Opposition. One was Mr. Yahya Bakhtiar and has a group of PDA comprising five members and the other was the group of Mr. Gichki comprising four members. Mr. Yahya Bakhtiar has given me an application in which Mr. Abdur Raheem Mandokhel is supporting his group which raises his strength to six members and Mr. Manzoor Gichki's group is being supported by one other person, or not.

**Mr. Manzoor Ahmed Gichki :** Sir, I will give you a list of my group.

جناب چیئرمین : بہرحال ۴یا۵ ممبرز ہو جائیں گے۔

**Mr. Chairman :** But keeping in view the fact that the PDA is also the largest group in the National Assembly, also keeping in view of the fact of the overall conditions in the country as to which group should be recognised as the leader being in opposition to the Government, I have decided under Rule 21 of the Rules of Procedure and Conduct of Business in the Senate, 1988, read with session 2(f) and section 13(i) of the Members of Parliament Salaries and allowances Act, 1974 that Mr. Yahya Bakhtiar, a member of the PDA shall be for the time being recognised as the Leader of the members of the Opposition to the Government, in this House.

**Mr. Chairman :** Mr. Manzoor Ahmed Gichki ! on point of order.

**Mr. Manzoor Ahmed Gichki :** Sir, we will not be a part of the Opposition. جب تک کہ یحییٰ بختیار اپوزیشن لیڈر ہیں۔ we will sit the independent benches of this House.

جناب چیئرمین : ٹھیک ہے آپ کا اپنا گروپ ہے۔ ان کا مندوخیل صاحب کا ایک

گروپ ہے۔ بہر حال اگر کوئی situation change ہوئی پھر دیکھا جائے گا۔

(مداخلت)

جناب چیئرمین : جی میں نے ان کو دیا تھا۔ وہ مجھ سے ملے بھی تھے۔ تو ان سارے واقعات کو دیکھ کر یہ میں نے فیصلہ کیا ہے۔ جی جناب! یحییٰ بختیار صاحب۔

**Mr. Chairman :** Mr. Yahya Bakhtiar, please.

**Mr. Yahya Bakhtiar :** Sir, I am very much honoured to be recognized as the Leader of the Opposition. I will say, Sir, بہت دیر کر دی مہربان آتے آتے۔

جناب چیئرمین : ممبر ہی آپ کے پانچ چھ ہیں۔ میں کیا کروں۔ ان کو کہاں تک کھینچوں کبھی ایک ادھر نکل جاتا ہے تو ادھر زیادہ ہو جاتے ہیں۔ یا تو یہ ہوتا کہ آپ کا کوئی پچاس کا گروپ بنتا مگر چھ آپ کے ہیں اور پانچ ان کے ہیں، ایک ادھر چلا جائے تو ان کے چھ ہو جاتے ہیں۔

**Mr. Yahya Bakhtiar :** I had 7 members, I give you a list in March but in any way it has been done and I just want to assure you, Sir, that as Leader of the Opposition whatever are my functions, what are my duties, you (Mr. Chairman) will have my full co-operation and so will the Treasury Benches and now we will have regular Opposition Benches and Treasury Benches.

**Mr. Chairman :** We are looking into that.

**Mr. Yahya Bakhtiar :** Sir, I was really surprised and even anguished that we put up this demand last year in March. After this we saw this plan came up. In the plan there was no mention of the Leader of the Opposition. The Law Minister was occupying a chair under the plan of the Leader of the Opposition. There was a room in this building for the Leader of the Opposition, Senate, that was handed over to the Leader of this House. I got an impression that perhaps you want to run this House as one party House or non-party House. This was intriguing, I am not casting an

aspersions on anybody but I was told that perhaps the President does not want you or the Prime Minister does not want you, I do not believe that.

**Mr. Chairman :** As I told you (Mr. Yahya Bakhtiar) the only difficulty was that there are 5 members of the PDA.

چھٹا رحیم مندوخیل صاحب نے آپ کو Support کیا ہے۔

<u>جناب یحییٰ بختیار:</u> مختار احمد صاحب کا بھی ذکر تھا۔

<u>جناب چیئرمین</u> : مختار احمد کے بارے میں کچھ Dispute تھا کہ وہ مسلم لیگ کے ہیں یا آپ کی PDA کے۔ گچکی صاحب کے چار ہیں۔ پہلے احسان شاہ صاحب بھی ان کو Support کر رہے تھے۔ اب پتہ نہیں Situation بدل گئی ہے۔

**Mr. Chairman :** So, this was the difficulty. So, please understand that we had difficulties. It was not that there was……

Yes please Iqbal Haider Sahib.

**Syed Iqbal Haider :** Mr. Chairman ! we will welcome your decision and thank you very much that the House tradition has been upheld by your goodself and we welcome the appointment of Mr. Yahya Bakhtiar Sahib and assure him of our fullest support and we can assure all the honourable members of the House that, Inshallah, we will keep the democratic constitutional tradition above all other considerations and we will have fullest support. Thank you very much, Sir.

**Mr. Chairman :** Thank you. Syed Abdullah Shah Sahib.

**Syed Abdullah Shah :** Sir, let me express my heartfelt thanks to you for declaring Mr. Yahya Bakhtiar as the Leaderof the Opposition. I am sure, by this decision the status and dignity of this House has been raised. Sir, we have got a very experienced person as the Leader of the House *i.e.* Mr. Muhammad Ali Khan Hoti and Mr. Yahya Bakhtiar who is a very learned man and I think it has come up to the standard of this august House. I am very grateful to

you (Mr. Chairman) and I am sure that in the presence of these two learned experienced parliamentarians this House will be giving much better performance.

Thank you.

**Mr. Chairman :** Thank you. Mr. Muhammad Ali Khan.

**Mr. Muhammad Ali Khan :** Mr. Chairman,Sir, I congratulate the newly recognized Leader of the Opposition who happens to be an old friend of us. I consider him as my elder brother. I assure that under his able guidance the Opposition would play its role and not oppose things merely for the sake of opposition and would not, I am sure, indulge in confrontation for no reason whatsoever. There would be certain things if we feel that it is 'for the benefit of the nation, definitely, we will cooperate with him and similarly, we expect the same cooperation from him. I thank you, Sir.

**Mr. Chairman :** Thank you. Mr. Akhundzada Behrawar Saeed.

اخوانزادہ بہرہ ور سعید : مجھے خوشی ہے کہ میرے پرانے دوست اور تحاریک پاکستان کے ایک کارکن قائداعظم کے اعتماد پر یقین رکھنے والے مستحکم ادارے کے مالک جناب یحیٰ بختیار کو بحیثیت لیڈر آف دی اپوزیشن تسلیم کر لیا گیا ہے۔ انہوں نے اس سے پہلے بھی جو کردار اس ایوان میں ادا کیا ہے وہ قابل تحسین ہے اور مجھے توقع ہے کہ وہ صرف لیڈر آف دی اپوزیشن نہیں بلکہ انہوں نے تحریک پاکستان میں جو کردار ادا کیا ہے تحریک پاکستان کو مد نظر رکھتے ہوئے پاکستان کے مفاد میں بقایا زندگی گزاریں گے۔ انشاءاللہ ہماری بھی رہنمائی کریں گے۔ اور اپوزیشن کی بھی رہنمائی کریں گے۔ ہمیں ان کی اس تقرری پر خوشی بھی ہے۔ ان پر اعتماد ہے ان سے بڑی توقع ہے کہ انشاءاللہ وہ پاکستان کو ترقی دینے میں ہمارا ساتھ دیں گے۔

جناب چیئرمین : انشاءاللہ۔ اچھا جی۔ جی جناب اعجاز جتوئی صاحب!

جناب اعجاز علی جتوئی : جناب چیئر مین شکریہ میں اپوزیشن کے بینچز کی طرف سے جناب یحییٰ بختیار کی نامزدگی پر انہیں مبارک باد دیتا ہوں۔اور کیونکہ یہ ہم APC میں اکٹھے ہیں اور APC نے یہ متفقہ طے کیا تھا ملتان کی میٹنگ میں کہ اپوزیشن jointly پارلیمینٹ کے اندر اور پارلیمینٹ کے باہر تعاون کرے گی۔ کسی بھی ڈیموکریٹک معاشرے میں اپوزیشن کا ایک بہت اہم رول ہوتا ہے ہم توقع کرتے ہیں اور ہم امید کرتے ہیں دعاؤں کے ساتھ کہ آج جو نئے لیڈر آف دی اپوزیشن منتخب ہوئے ہیں۔ وہ اپنا رول جو اپوزیشن کا رول بنتا ہے۔اس پر صحیح اتریں گے۔

جناب عبدالرحیم خان مندوخیل : جناب چیئر مین! میں آپ کا مشکور ہوں کہ آپ نے ایسے موقع پر کہ Senate میں میرے خیال سے پہلی بار لیڈر آف دی اپوزیشن تسلیم کیا جارہا ہے اس موقع پر مجھے اپنی معروضات پیش کرنے کا آپ نے موقع دیا۔ جناب والا! ایوان میں اپوزیشن، ڈیموکریٹک اپوزیشن ایوان کے ڈیموکریٹک رہنے کے لئے بھی ضروری ہے۔ اور پھر یہاں جناب یحییٰ بختیار صاحب، میں personally ان سے واقف ہوں۔ کچھ نہ کچھ قانون کے شعبے میں۔ بہر صورت اس کے حوالے سے تو میرے استاد ہیں۔ لیکن اس میں concept کے لحاظ سے democratic rights, fundamental; rights میں جناب یحییٰ بختیار کا بڑا رول ہے۔ انہوں نے بڑا رول play کیا ہے۔اس حوالے سے اور مجموعی طور پر فکر کے لحاظ سے ان کا رول ایک ڈیموکریٹ کا رول رہا ہے ہم نے جو یحییٰ صاحب کو support کیا اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ان کا یہ رول رہا ہے اور آئندہ کے لئے بھی ہم یہ امید رکھتے ہیں کہ لیڈر آف دی اپوزیشن کی حیثیت سے وہ اپوزیشن کی صحیح رہنمائی کریں گے۔

البتہ حکومت کے حوالے سے جناب والا! اس نے بھی ہم یہ امید رکھتے ہیں کہ وہ جمہوری اصولوں، وفاقی اصولوں کے مطابق یہاں کام کریں گے اور یہاں ہماری مخالفت برائے مخالفت نہیں ہے۔ اگر وہ ایسا نہیں کریں گے تو ظاہر ہے اپوزیشن کریں گے اور میں

یحیٰی بختیار صاحب کو لیڈر آف دی اپوزیشن تسلیم کئے جانے پر مبارک باد پیش کرتا ہوں اور امید کرتا ہوں دعاؤں کے ساتھ کہ یہ ایک کامیاب اپوزیشن لیڈر ہوں گے جمہوریت کے حوالے سے۔ شکریہ!

چوہدری امیر حسین : جناب چیئرمین! میں یحیٰی بختیار صاحب کو لیڈر آف دی اپوزیشن تسلیم کئے جانے پر مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ اور میں ذاتی طور پر جملہ ممبران جو Senate کے ہیں تمام بہت ہی قابل احترام ہیں اور جب بھی کسی بحث میں حصہ لیا جاتا ہے تو ہر ایک کا بیان بہت اچھا ہوتا ہے اور میرے علم میں کافی اضافہ ہوتا ہے۔ لیکن بالخصوص یحیٰی بختیار صاحب، جو کہ ملک کے معروف قانون دان ہیں۔ جب سے میں اس ایوان میں آیا ہوں انہوں نے ہمیشہ بڑے جمہوری طریقہ سے ہر چیز کو لیا اور ان کے خیالات سے کسی بل کو یا کسی Motion کو صحیح طور پر صحیح سمت میں لے جانے میں بڑی تقویت ملی۔ چنانچہ یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ ان کو Leader of the Opposition recognize کیا گیا اور میں یہ توقع کرتا ہوں کہ ان کی طرف سے پہلے کی طرح وہ بات جو مخالفت برائے مخالفت ہوتی ہے۔ وہ انہوں نے کبھی نہیں کی۔ آئندہ بھی نہیں کریں گے۔ حکومت کی طرف سے بھی ان کو جو Leader of the Opposition کے privileges ہیں وہ ملیں گے اور جو حکومت کی طرف سے co-operation ہوتا ہے وہ انشاءاللہ ان کا حاصل رہے گا اور میں یہ توقع کرتا ہوں کہ ہاؤس پہلے سے بہتر طور پر چلے گا ہاؤس پہلے ہی ماشاءاللہ بہتر طور پر چل رہا ہے۔ چونکہ اب Leader of the Opposition اور Leader of the House دونوں کی باقاعدہ recognition ہوگئی ہے۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ آپ کا یہ بہت اچھا فیصلہ ہے اور حکومت کی طرف سے انشاءاللہ پورا تعاون ہوگا۔

جناب چیئرمین : شکریہ! حافظ حسین احمد۔

حافظ حسین احمد: شکریہ جناب چیئرمین صاحب! میں ذرا تاخیر سے پہنچا ہوں جناب! محترم یحیٰی بختیار صاحب جو ہمارے پی ڈی اے کے ممبر ہیں اور ہمارے ساتھ اپوزیشن

بینچوں پر بیٹھے ہیں۔ یہاں اس ایوان میں ظاہر ہے کہ جو طریقہ ہے کہ جو طریقہ کار ہے اس کے مطابق مختلف جماعتیں اپوزیشن میں ہوتی ہیں اور اسی طرح مختلف جماعتیں اقتدار میں بھی ہیں یعنی دونوں کا پلہ برابر ہے تو اس طرح جہاں تک ان کا قائد حزب اختلاف مقرر کرنے کا تعلق ہے ظاہر ہے جو آپ نے فیصلہ کیا ہے ہم انہیں اس پر مبارکباد پیش کرتے ہیں۔ لیکن میں یہاں یہ واضح کردوں کہ جس طرح وہاں پر بھی ہمارے کچھ دوست اقتدار میں رہ کر یحییٰ بختیار اور مجھ جیسے افراد سے زیادہ اپوزیشن کرتے ہیں ان کی اپنی پالیسی ہے اس لئے میں یحییٰ بختیار صاحب کو یقین دلاتا ہوں کہ اپوزیشن بینچوں پر کوئی ایسا مسئلہ جو میری پارٹی کی Policies سے ہم آہنگ ہو گا اس میں ان سے بھرپور تعاون کیا جائے گا لیکن جب جے یو آئی کا اپنا ایک مؤقف ہے اور اس کے مطابق ہم اپنے فیصلے کرتے ہیں اور اس کے ہم پابند رہیں گے۔ باقی ویسے بھی چوہدری صاحب نے جس طرح فرمایا۔ میں سمجھتا ہوں یہ خوش آئند بات ہے کہ پی ڈی اے اور آئی اے اور آئی جے آئی اگر اسی طرح پارلیمان کی کارروائی میں حصہ لیتے رہے تو میں سمجھتا ہوں ملک کے ان جمہوری اداروں کے لئے کافی بہتر ہے۔ ویسے بھی کافی قربت نظر آ رہی ہے۔ IJI اور PDA میں اور ہمارے قاضی حسین احمد صاحب نے بھی فرمایا ہے کہ بھائیوں میں صلح کرانا چاہتا ہوں۔ حالانکہ بھائی اور بہن میں صلح ہو چکی ہے۔ اب بابا اور بھائی میں بھی صلح ہونی چاہیئے۔ اور اس طرح میں سمجھتا ہوں ان اداروں کو اور ان چیزوں کو ہم اچھے طریقے سے چلا سکتے ہیں۔ بہرحال میں ایک دفعہ پھر قائد حزب اختلاف بننے پر ان کو مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ اور میں ان سے توقع رکھتا ہوں کہ وہ ایسے فیصلے کریں کہ جن میں ہم ان کا زیادہ سے زیادہ ساتھ دے سکیں۔

**Mr. Chairman :** Thank you. Next we go on to Privilege Motions No. 24, 29 and 30 in the name of Prof. Khurshid Ahmed, Syed Abdullah Shah and Syed Faseih Iqbal. This is on the breach of privilege arising out of the statement of the Minister for Information and Broadcasting, Mr. Abdul Sattar Laleka in the

Senate on the 4th of February and 6th of February regarding the Pakistan Time.

Syed Abdullah Shah Sahib, probably Prof. Khurshid Ahmed Sahib is not present.

میاں عبدالستار لالیکا : جناب والا! پروفیسر صاحب کا، معذرت کے ساتھ کہتا ہوں، طریقہ کار یہی رہا ہے کہ ۴؍ فروری کو انہوں نے یہاں ایک اعتراض اٹھایا میں اس کا جواب لے کر آیا پروفیسر صاحب پھر ایوان میں نہیں تھے۔ میری Statement نہیں سنی۔ کارروائی میں حصہ نہیں لیا۔ باہر سے انفارمیشن لی اور تحریک استحقاق دے دی۔ اب پھر وہ آج یہاں ایوان میں موجود نہیں ہیں۔ تو جناب میری درخواست ہو گی کہ اگر مارچ تک defer کر دیں ورنہ وہ پھر آ کر یہاں کوئی نئی بات کھڑی کر دیں گے۔

جناب چیئرمین : نئی بات کھڑی کریں گے تو پھر ان کو دیکھ لیں گے۔ پہلے عبداللہ شاہ صاحب کی بات سن لیں۔ جی شاہ صاحب یہ کیا مسئلہ ہے۔

PRIVILEGE MOTION ;
*RE* : ALLEGED MIS-STATEMENT OF A FEDERAL MINISTER AGAINST PAYMENT OF SALARIES TO THE EMPLOYEES OF NPT.

**Syed Abdullah Shah :** Sir, I beg to move a motion regarding breachof privilege of the Senate arising out of the factually wrong statement of the Minister for Information and Broadcasting, Mr. Abdul Sattar Laleka on the floor of the House on 6th of February, 1992 regarding payment of salaries to the employees of the Pakistan Times. The employees are agitating for salaries and praying for payment from *Baitul-Mal.*

جناب چیئرمین : فصیح صاحب آپ کا خیال ہے۔ پروفیسر صاحب کی موجودگی ضروری ہے۔

سید فصیح اقبال : خیال تو یہی تھا۔ کیوں کہ جب وزیر صاحب پوری طرح تیار ہیں۔ تو صحیح صورتحال کا بھی پتہ ہو......

جناب چیئرمین : آپ بھی پیش کر دیں۔

سید فصیح اقبال : پیش تو بہر حال میں کر دیتا ہوں۔

Sir, "it has been reported in the daily Pakistan Times today that the statement made by the Minister for Information and Broadcasting in the Senate the other day was not based on facts, since the date provided to him by the bureaucracy was baseless and there was no truth in the statement that 'The Pakistan Times' was to recover Rs. 3.90 crore on account of advertisement bills and the management could pay the salaries after these recoveries.

The Office bearers of the Pakistan times, workers of Islamabad/Lahore in a joint statement, slated the management of 'The Pakistan Times' for its failure to pay salaries to the workers since November, 1991.

From the above it would appear that the statement made by the Minister for Information and Broadcasting in the House was misleading which constitutes my breach of privilege as well as the breach of privilege of Senate. I, therefore, move that the issue may be debated in the House and referred to the Committee on Privileges for further necessary action.

جناب چیئرمین : وزیر صاحب کیا خیال ہے کہ اس کو ۲ مارچ کو لیں۔

میاں عبدالستار لالیکا : جناب میرا خیال ہے ۲ مارچ کو لے لیں تاکہ میں ان کی تشفی بھی کرا دوں۔

جناب چیئرمین : اصل چیز اس میں یہ ہے کہ تلاش کا کوئی حل تلاش کیا جائے۔ تو میرا خیال ہے اگر پروفیسر صاحب بھی ہوں اور آپ بھی ہوں اور اس پر آپ کے خیالات کا اظہار ہو جائے کیوں کہ اصل مقصد میں سمجھتا ہوں یہ ہونا چاہیئے کہ we should try to find an answer to this problem.

اخوانزادہ بہرہ ور سعید : جناب والا! میرا خیال ہے کہ جب پروفیسر صاحب ہوں تو اس وقت اس کو لیا جائے۔ کیوں کہ پروفیسر صاحب کی اپنی پاکستان ٹائمز میں تنظیم ہے تو ان

کا زیادہ interest ہے اس واسطے ان کی موجودگی ضروری ہے۔

جناب چیئرمین : جی شاہ صاحب!

**Syed Abdullah Shah :** Sir, the honourable Minister for Information wants to keep this motion pending till Prof. Khurshid Ahmed comes, but I think it is not a very health practice. Here what I am observing in the Senate is that if any honourable Minister is not present in the House then the business pertaining to his departmebnt is kept pending. I think, sir, the responsibility of the Cabinet is joint and the whole House should not be kept waiting either for any honourable Minister or for any honourable member of the House. It is up to you (Mr. Chairman).

**Mr. Chairman :** Your observation as a statement is right.

**Mian Abdul Sattar Laleka :** Sir, I am here and I am prepared to discuss it for the information of Syed Abdullah Shah.

**Syed Abdullah Shah :** I have seen you (Lakeka Sahib) but I am talking of Prof. Sahib. Try to understand what I have said.

**Mian Abdul Sattar Laleka :** Why does he (syed Abdullah Shah) deliberately say that the Minister is not prepared, Sir ?

**Mr. Chairman :** Laleka Sahib ! please address the Chair.

**Mian Abdul Sattar Laleka :** Sir, I am just saying that the honourable member is not here and I would like that he should be here before taking up his motion.

**Mr. Chairman :** As I said that as a statement it is right, that the House should not be made hostage to either a particular Minister of to a particular member, but I feel this that the purpose of all this is that we should try and find an answer to his problem.

جناب چیئرمین : اگر کچھ ممبران اپنا نکتہ نظر بیان کر سکیں جس سے ہمیں آسانی ہو کچھ حل تلاش کرے میں Then, I think we should welcome that and should not mind the delay of a day or two.

چوہدری امیر حسین : جناب والا! میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ اس لحاظ سے جناب نے جو فرمایا یہ ٹھیک بات ہے کہ اگر اس کا کوئی حل نکالنا ہے تو پھر اس کو بیشک pending رکھا جائے لیکن جناب آپ نے خود اس بات کو سمجھتے ہیں کہ الزام یہ ہے ایوان کا استحقاق مجروح ہوا ہے ایوان میں mis-statement کی گئی لیکن جناب! تحریک استحقاق کا متن پڑھیں تو اسی میں لکھا ہوا ہے کہ According to the mover Syed Faseih Iqbal, the data given to the Minister was not based on facts. So, it was not a deliberate statement.

جناب چیئرمین : وہ دیکھ لیں گے۔ Quite right.

چوہدری امیر حسین : جناب والا! تحریک استحقاق کی اور بات ہے ویسے حل نکالنے کی اور بات ہے۔

جناب چیئرمین : تحریک استحقاق کی بجائے میں سمجھتا ہوں کہ ہماری اصل توجہ اس طرف ہونی چاہیئے کہ اس مسئلے کا حل کیا ہے۔

چوہدری امیر حسین : جناب والا! جس طرح یہ توقع کی جاتی ہے۔ Ministers بھی موجود ہوں جب ان کا بزنس ہو تو جناب جب کوئی تحریک پیش کی جاتی ہے تو فاضل محرک کو بھی موجود ہونا چاہیئے۔

جناب چیئرمین : یہ آپ نے صحیح کہا۔ لیکن تین اراکین نے پیش کیا ہے تو معاملہ تو چل سکتا ہے لیکن مصلحتاً اور in the public interest پروفیسر صاحب کے آنے تک ملتوی کیا جاتا ہے۔

چوہدری امیر حسین : ٹھیک ہے جناب۔

(*interruprion*)

**Mr. Chairman :** Next we will take it up again. I think Prof. Sahib is here because there is no leave application on this behaf. So, he is here.

Next Privilege Motion No. 26 in the name of Sohrab Khan Khosa Sahib.

Next item No. 2. Not present. So, this is dropped.

**Syed Ishtiaq Azhar :** Sir, I beg to move :

> "that under sub-rule (1) of rule 171 of the Rules of Procedure and conduct of Business in the Senate, 1988, delay in the presentation of report of the Committee on Rules of Procedure and Privileges on the privilege motion moved by Senator Prof. Khurshid Ahmad regarding the question of privilege arising out of a press report be condoned till today."

**Mr. Chairman :** Question before the House is :

> "that under sub-rule (1) of rule 171 of the Rules of Procedure and conduct of Business in the Senate, 1988, delay in the presentation of report of the Committee on Rules of Procedure and Privileges on the privilege motion moved by Senator Prof. Khurshid Ahmad regarding the question of privilege arising out of a press report be condoned till today."

(The motion was adopted)

REPORT OF THE STANDING COMMITTEE

**Mr. Chairman :** Delay stands condoned. Item No. 3, Syed Ishtiaq Azhar.

REPORTOF THE STANDING COMMITTEE
*RE* : PROF. KHURSHID AHMED'S PRIVILEGE MOTION -- *PRESENTED*

**Syed Ishtiaq Azhar :** Sir, I beg to present report of the committee on rules of Production and Privileges on the privilege motion moved by Senator Prof. Khurshid Ahmad regarding the question of breach of privilege arising out of a press report.

**Mr. Chairman :** The report stands presented. Item No. 4.

**Syed Ishtiaq Azhar :** Sir, I beg to move :

"that under sub-rule (1) of rule 171 of the Rules of Procedure and conduct of Business in the Senate, 1988, delay in the presentation of report of the Committee on Rules of Procedure and Privileges on the privilege motion moved by Senator Hafiz Hussain Ahmed regarding negligence of M/s Muhammad Akram and Masood Akhtar, Interpreters, Senate Secretariat, be condoned till today."

**Mr. Chairman :** The question before the House is :

"that under sub-rule (1) of rule 171 of the Rules of Procedure and conduct of Business in the Senate, 1988, delay in the presentation of report of the Committee on Rules of Procedure and Privileges on the privilege motion moved by Senator Hafiz Hussain Ahmed regarding negligence of M/s Muhammad Akram and Masood Akhtar, Interpreters, Senate Secretariat, be condoned till today."

**Mr. Chairman :** Delay stands condoned. Item No. 5

REPORT OF THE STANDING COMMITTEE
*RE* : SENATOR HAFIZ HUSSAIN AHMED'S
PRIVILEGE MOTION -- *PRESENTED*

**Syed Ishtiaq Azhar :** Sir I present report of the Committee on Rules of Procedure and Privileges on the privilege motion moved by Senator Hafiz Hussain Ahmed regarding negligence of M/s Muhammad Akram and Masood Akhtar, Interpreters, Senate Secretariat.

**Mr. Chairman :** Report stands presented. Item No. 6. Iqbal Ahmed Khan now he is the Chairman of the said Committee.

**Mr. Iqbal Ahmed Khan :** Sir, I beg to move :

"that under sub-rule (1) of rule 171 of the Rules of Procedure and conduct of Business in the Senate, 1988,

delay in the presentation of report of the Committee on Rules of Procedure and Privileges on the privilege motion moved by Senator Alam Ali Laleka regarding stopping him from entering the Secretariat Block in a taxi, be condoned till today."

**Mr. Chairman :** The question before the House is :

"that under sub-rule (1) of rule 171 of the Rules of Procedure and conduct of Business in the Senate, 1988, delay in the presentation of report of the Committee on Rules of Procedure and Privileges on the privilege motion moved by Senator Alam Ali Laleka regarding stopping him from entering the Secretariat Block in a taxi, be condoned till today."

(The motion was adopted)

**Mr. Chairman :** Delay stands condoned. Item No. 7.

REPORT OF STANDING COMMITTEE
*RE* : SENATOR ALAM ALI LALIKA'S
PRIVILEGE MOTION -- *PRESENTED*

**Mr. Iqbal Ahmed Khan :** Sir, I present report of the committee on Rules of Procedure and Privileges on the privilege motion moved by Senator Alam Ali Laleka regarding stopping him from entering the Secretariat Block in a taxi.

**Mr. Chairman :** Report stands presented. Next Item No. 8.

جناب اعجاز علی خان جتوئی : پوائنٹ آف آرڈر، جناب چیئرمین! میری صرف request یہ ہے۔ کیونکہ Privilege Committee کے چیئرمین بھی یہاں موجود ہیں۔ میں نے House میں ایک Privilege Motion regarding my arrest move کی تھی۔ جب تک مرحوم بریگیڈئر صاحب اس کے چیئرمین تھے اس کی دو میٹنگز ہوئیں۔ اب اس میں کافی delay ہو گئی ہے۔ جناب چیئرمین! آپ کی توجہ اس طرف مبذول کرانا چاہتا

ہوں۔ چیئرمین صاحب بھی موجود ہیں۔

**Mr. Chairman :** Now, I am sure that......

وہ elect ہو چکے ہیں پہلے کچھ تعطل آ گیا تھا۔ میرے خیال میں وہ ضرور اس میں جلدی کریں گے۔

**Syed Abdullah Shah :** Sir, I request through you the new Chairman that there are privilege motions regarding the arrest of some members in Jacobabad during elections, they may kindly be disposed of at an early date.

**Mr. Chairman :** OK.

جی جناب سہراب کھوسو صاحب۔

میر سہراب خان کھوسو: پوائنٹ آف آرڈر، جناب! میری طبیعت کچھ ٹھیک نہیں تھی میں کچھ لیٹ پہنچا ہوا میرا privilege motion ہے۔

جناب چیئرمین : اب تو گاڑی بہت آگے نکل چکی ہے۔

میر سہراب خان کھوسو: میں بیمار تھا۔ انسان ہوں۔

جناب چیئرمین : اس کو پھر کل لے لیتے ہیں۔

میر سہراب خان کھوسو: اتوار کو لے لیں۔ کل تو جمعہ ہے۔

جناب چیئرمین : کیوں جی House کو منظور ہے۔ منظور ہے۔ اتوار کو لے لیں گے۔

So, this will be taken up on Sunday.

FURTHER DISCUSSION ON THE PRESIDENT'S ADDRESS

جناب چیئرمین : پہلے تقریر کون فرما رہے تھے۔ جی جناب اعجاز جتوئی صاحب۔

جناب اعجاز علی خان جتوئی : شکریہ، جناب چیئرمین! میں اس دن کالا باغ ڈیم پر بات کر رہا تھا تو ہاؤس adjourn ہو گیا تھا۔ جناب چیئرمین! حکومت پاکستان کہتی ہے کہ پانی کا تصفیہ کیا ہے ہم کہتے ہیں کہ تصفیے اس طرح نہیں ہوتے۔ قوموں کے historic water جن جن سرزمینوں سے گزرتے ہیں وہ تصفیے قوموں کو اعتماد میں لینے کے بعد کیے جاتے

ہیں۔ Water Accord میں نہ پختون خواہ صوبے کی کوئی پارٹی، نہ سرائیکی بیلٹ کی تنظیمیں ، جہاں اس کی سرزمین پر دریائے سندھ......

اخونزادہ بہرہ ور سعید : پختون خواہ صوبہ کوئی نہیں۔

جناب چیئرمین : کوئی نہیں۔ .there is no such thing ویسے اس کا مطلب کیا ہوتا ہے۔ 'خواہ' ہوتا ہے چاہنے والا۔

اخونزادہ بہرہ ور سعید : جہاں پختون رہتے ہیں۔ پختون تو ہر جگہ رہتے ہیں۔

جناب چیئرمین : نہیں 'خواہ' کا مطلب رہنے والا ہوتا ہے۔ 'پختون خواہ'

جناب اعجاز علی خان جتوئی : جناب چیئرمین! اگر یہ چاہتے ہیں تو میں detail میں جا سکتا ہوں۔

اخونزادہ بہرہ ور سعید : آئین میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے۔

جناب اعجاز علی خان جتوئی : میں detail سے prove کروں گا۔ پانچ ہزار سال پہلے یہ صوبہ کیا تھا۔ پانچ ہزار، سات ہزار سال پہلے یہ صوبہ کیا تھا۔ آج یہ صوبہ کیا ہونا چاہیئے تھا۔ ۴۰ سال میں کسی بھی صوبے کی تاریخ۔ کسی بھی صوبے کی tradition۔ کسی بھی صوبے کی ثقافت اور زبان اور سرزمین بدل نہیں جاتی۔

جناب چیئرمین : نہیں وہ یہ کہہ رہے ہیں پختون خواہ نام کی کوئی چیز موجود نہیں ہے۔

اخونزادہ بہرہ ور سعید : آئین میں نہیں ہے۔

جناب اعجاز علی خان جتوئی : .N.W.F.P بولوں جو انگریز کا دیا ہوا ہے۔

جناب محمد ابراہیم خان : جناب! آپ نے پوچھا 'خواہ' کا معنی کیا ہے۔ 'خواہ' سمت کو کہتے ہیں۔

جناب چیئرمین : سمت یعنی direction۔

جناب محمد ابراہیم خان : پہلو۔ میرے پہلو میں آؤ۔ میری قربت میں آؤ، اور 'سمت'

'خواہ' کو کہتے ہیں۔اور 'خواہ' درخت کو کہتے ہیں۔ 'سمت' اور 'خواہ' یعنی وہ علاقہ، وہ درخت جہاں پختون بستے ہیں۔

جناب چیئرمین : ٹھیک ہے۔ So, it could be یہ سارے areas ہو سکتے ہیں۔

سید احسان شاہ : پوائنٹ آف آرڈر۔ اس House کی ایک روایت رہی ہے۔ جب کوئی ممبر بول رہا ہوتا ہے۔ تو اس کو زیادہ پریشان نہیں کیا جاتا۔ بہرہ ور سعید صاحب سے گزارش ہے کہ بار بار اس طرح ممبروں کو پریشان نہ کریں۔

جناب چیئرمین : صحیح فرمایا۔ اخونزادہ صاحب، آپ کی باری آئے گی تو آپ بھی اپنا نقطہ نظر بیان کر دیں۔

اخونزادہ بہرہ ور سعید : میرے دوست اعتراض کرتے ہیں تو کیا میں وہ بھی نشاندہی نہ کروں جو آئین میں ہے۔

(مداخلت)

اخونزادہ بہرہ ور سعید : Point of personal explanation پہ متعلق میرے ایک دوست کی یہ رپورٹ وزیراعظم صاحب کے پاس پہنچ جائے گی۔ قابل افسوس ہے۔ ان دوست کو مجھے میرے سابقہ کردار سے دیکھنا چاہیئے۔ میں ایک مستقل مزاج آدمی ہوں۔ جہاں ہوں وہاں کھڑا ہوں۔ کرسی کے لئے ادھر یا ادھر نہیں ہوتا ہوں اور میری رپورٹ کسی کو پہنچانے کی ضرورت نہیں ہے۔ پاکستان میرا ملک ہے اور اس کا دفاع میں ہر قیمت پر کروں گا۔ چاہے کوئی خوش ہوتا ہے یا ناراض ہوتا ہے۔

جناب چیئرمین : بالکل صحیح ہے۔ جی جناب جتوئی صاحب!

حافظ حسین احمد : ہمیشہ حکومت میں رہے ہیں۔

جناب چیئرمین : نہیں نہیں، اپوزیشن میں بھی رہے ہیں۔ یعنی پچھلے سال سے مجھے پتہ ہے کہ انہوں نے جتنی اپوزیشن کی ہے۔ جی، جتوئی صاحب،

اخونزادہ بہرہ ور سعید : ساری عمر ایک جماعت میں رہا ہوں۔ کبھی بکا نہیں ہوں۔

جناب اعجاز علی خان جتوئی : جناب چیئر مین! اگر آپ مجھے NWFP کا مطلب سمجھا دیں تو مہربانی ہو گی۔ میں بڑا کم عقل آدمی ہوں۔ مجھے NWFP کا مطلب سمجھا دیں۔

[At this stage the Chair was occupied by the Deputy Chairman (Madem Noor Jehan Panizai)]

جناب اعجاز علی خان جتوئی : ڈپٹی چیئر پرسن صاحبہ آ گئی ہیں۔ اور زبان کے ناتے ان کا تعلق بھی پختون سے ہے۔ NWFP کا نام صوبے کو کس نے دیا۔ یہ بڑی توجہ کی بات ہے، یعنی یہ تو ہم مان سکتے ہیں کہ بر صغیر میں ہم سب کی جو ایک مشترکہ چیز تھی وہ انگریزوں کی غلامی تھی۔ یہ تو ہم مان سکتے ہیں ہم میں صرف مشترکہ یہ چیز تھی اور کوئی چیز مشترکہ نہیں تھی۔ اس کے علاوہ ہماری الگ زبان ہے۔ الگ سرزمین ہے۔ یہی چیز تو مشترکہ تھی کہ انگریزوں کے غلام تھے۔ کیا ہمیں چاہیئے کہ ہم اب بھی انگریزوں کے چھوڑے ہوئے ناموں پر اتنا، insist کریں اور retaliate کریں۔ کیا ہمارا یہ فرض نہیں بنتا ہے کہ ایک صوبہ کو جس کی ایک نیچرل چیز ہے، اس نام سے پکارا جائے، کیا وہ اپنے نام کا بھی حق نہیں رکھتے۔ کیا یہ Ideology of Pakistan کے خلاف ہے۔ یہ بھی نظریہ پاکستان کے خلاف ہے۔

میڈم چیئر پرسن صاحبہ! میں کالا باغ ڈیم کے مسئلے پر سب سے زیادہ جس صوبہ کو متعلقہ فریق سمجھتا ہوں اس میں پختون خواہ سب سے پہلے آتا ہے۔ اس کے بعد سرائیکی belt آتا ہے۔ بد نصیبی ہے کہ یہ صوبے اپنی جغرافیائی زمینوں پر آباد ہونے کے باوجود، اپنی جغرافیائی حدود میں ہونے کے باوجود، اپنے identity کو روتے پھر رہے ہیں سرائیکی ایک قوم کی حیثیت سے ابھی تک اس حق سے محروم ہے کہ ان کو الگ صوبہ ملے یا اس کو الگ اسمبلی ملے۔ پختون خواہ سے گزرنے کے بعد دریائے سندھ یا Indus River، سرائیکی belt سے گزرتا ہے جس کی length تقریباً ساڑھے چار سے پانچ سو کلو میٹر ہے وہ کلیتاً اس کے بعد صوبہ سندھ میں سے گزرتے ہوئے، سمندر میں جا گرتا ہے۔ یہ دریا ان دونوں

قوموں کی سرزمین سے، salt نکلتے ہوئے یعنی salinity کو، water seepage کو اور water logging کے اخراج کئے ہوئے پانی کو اپنی آغوش میں سمیٹتے ہوئے ہمارے صوبے میں داخل ہوتا ہے۔

اب یہاں پر جو سندھ کی situation ہے وہ بڑی peculiar ہے۔ اس کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔ سب سے پہلے آپ کو یہ بات سمجھنے کی ضرورت ہے کہ دریائے سندھ جب سندھ میں enter ہوتا ہے تو اس میں کافی salts شامل ہو چکے ہوتے ہیں۔ پختون خواہ میں اتنی زمین قابل کاشت نہیں ہے۔ پہاڑی علاقے زیادہ ہیں اس لئے وہاں پر Irrigation System as today اتنا نہیں جتنا کہ پختون خواہ کا حق ہے۔ جناب والا! صوبہ پنجاب اسمبلی کے ناتے یا ایک صوبہ پنجاب کے ناتے، اس کے اوپر دعوے دار بنتا ہے۔ میں نے پہلے بھی یہ عرض کیا تھا کہ western rivers یا western tributaries جو Indus کے اوپر ہیں ان کو دریائے سندھ contribute کرتا ہے، وہ ان تین قوموں یا صوبوں کے درمیان ہیں۔ eastern tributaries کے دو دریا already صوبہ پنجاب نے اپنی مرضی کے مطابق ہندوستان کے بیچ دیئے۔

ان میں sub soil water کا تذکرہ کرنا چاہتا ہوں۔ میڈم چیئرپرسن! سندھ کی پوزیشن یہ ہے کہ ۸۰ فیصد سندھ کا sub-oil water drinkable نہیں ہے، پانی پینے کے لائق نہیں ہے۔ اب اندازہ لگائیں کہ گدو کے مقام سے دریائے سندھ کشمور کے مقام پر جب سندھ میں داخل ہوتا ہے تو گدو کے مقام کے بعد سب سے بڑا شہر سکھر آتا ہے۔ سکھر میں پینے کا پانی یعنی sub-soil water نہیں ہے۔

میڈم چیئرپرسن! اس سے آگے بڑھتے ہیں۔ ہماری سرزمین کے اوپر دریائے سندھ کی ۳۰۰ میل کی لمبی ایک run ہے۔ اس کے دو تین banks پر جتنے شہر ہیں سکھر سے لے کر کراچی تک وہاں کے لوگ پانی اس سے پیتے ہیں۔ تقریباً آپ یہ سمجھیں کہ ڈیڑھ، پونے دو کروڑ عوام کی ایک ہی source ہے جو دریائے سندھ ہے۔ اس کے بعد جنگلات،

fishing industry، غریب مچھیرے، ان سب کا روزگار بھی دریائے سندھ کے اوپر ہے۔ ان کی زندگیاں اس سے وابستہ ہیں۔ ان کا کوئی اور source نہیں ہے جب کہ صوبہ پنجاب پر sub-soil water کی جو availability ہے، according to their resources 80% sweet water is available. اور ۸۰ فیصد sweet water کو، پینے کے میٹھے پانی کی جو research کی گئی ہے ابھی تک دو سے تین ملین ایکڑ فٹ پانی موجود ہے اس water accord میں کہیں بھی ان کا تذکرہ نہیں ہے۔ یہ water accord میرے ہاتھ میں ہے۔ آپ چاہیں تو میں اس کی کاپی آپ کو دکھا سکتا ہوں، sign کیا ہوا ہے CCI کی طرف سے، کونسل آف کامن انٹرسٹس کی طرف سے منظور شدہ ہے۔

**Syed Abdullah Shah :** Madam Chairperson, I draw your attention that not a single honourable Minister is present in the House. When we start making speeches on President's Address, I think, nobody is taking interest as to what we are talking about.

<u>جناب اعجاز علی خان جتوئی</u> : میڈم چیئرپرسن صاحبہ! میں سمجھتا ہوں کہ ہم ان کے بھی مشکور ہیں کہ وہ توجہ سے سن رہے ہیں اور تاریخی فیصلے کرتے ہیں اور تاریخ شاید ایک فیصلہ اور بھی کرنے والی ہے۔ ایک ستم اور بھی اس تصویر پر (قائداعظم کی تصویر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) ہونے والا ہے۔ یہ تصویر جو ہمیں یہاں سے دیکھ رہی ہے۔ بہت دور سے۔ جن امنگوں اور منشاؤں سے اس نے پاکستان بنانے کی کوشش کی تھی۔ میں سمجھتا ہوں کہ آج وہ بھی رو رہی ہے۔

جناب والا! ۸۰ فیصد پنجاب کے اندر sub-soil water پینے کا پانی available ہے۔ اب جناب بات یہ بنتی ہے کہ water accord جب پہلے دن accord ہوا تھا تو ہم نے کہا تھا کہ یہ accord ہم تسلیم نہیں کرتے۔ in toto ۔ یہ accord اسی طرح سے نہ تو سندھیوں کو قبول ہے، یہ سرائیکی والوں کو قبول ہے، نہ پختونوں کو قبول ہے، نہ بلوچوں کو قبول ہے۔ اسی accord کو لے لیتے ہیں، according to their own statement

میڈم چیئر پرسن! بالکل exact جو اس کا share بنتا ہے یعنی پنجاب کا شیئر جو مانا گیا ہے۔ وہ ۳۷ فیصد ہے۔ سندھ کا share جو مانا گیا ہے وہ ۳۷ فیصد ہے۔ بلوچستان کا جو شیئر مانا گیا ہے وہ ۱۴ فیصد ہے۔ In terms of MAF جو بنتی ہیں، میڈم چیئر پرسن! وہ بنتی ہیں ۴۸٫۹۴ سندھ، پختون خواہ، ۳ ملین ایکڑ فٹ دیا ہوا ہے Canal under construction، یہ ٹوٹل بنتا ہے ۱۱۷٫۳۷ ملین ایکڑ فٹ یعنی ۱۱۷٫۳۷ ملین ایکڑ فٹ پانی دریائے سندھ کا accordingly apportion کر دیا اور accord بنا لیا۔

اب اس سے آگے بڑھتے ہیں۔ یہ واپڈا کی study ہے اور ہم اس سے بالکل متفق نہیں ہوتے میں prove کرنا چاہتا ہوں کہ کالا باغ ڈیم کے لئے کوئی پانی ہے ہی نہیں۔ انہوں نے کہا کہ ۱۲۳٫۵۹ ایم اے ایف پانی available ہے۔ ٹوٹل انڈس میں۔ میڈم چیئر پرسن صاحبہ! ۱۱۷٫۳۷ تو انہوں نے دے دیا۔ تین ملین ایکڑ پانی انہوں نے رکھا ہے ان schemes کے لئے جو under construction ہیں وہ consume کریں گی۔ یہ ایک سو بیس ایکس کے قریب ایل بی او اے ڈی ہے۔ اس پروجیکٹ کا، اسی کے لئے اصولی طور پر مانا گیا کہ two point some million acre foot water to run the project اس کے لئے چاہیئے۔ انہوں نے accord میں لکھا ہے اور میں تو حیران ہوں ورلڈ بنک پر، یہ حکومت تو بالکل نامعقولوں کی ہے۔ لیکن ورلڈ بنک پر حیران ہوں۔ جو ٹریننگ لے کر، پانچ پانچ ہزار ڈالر کی تنخواہیں لے کر، لینڈ کروزروں پر چڑھ کر Holiday -inn & Sheraton hotels میں رہ کر، بڑے بڑے گھروں میں رہتے ہوئے ٹیکنو کریٹس، ٹیکنیکل لوگ یہاں آ کر جو جھک مارتے ہیں ان کو پتہ بھی نہیں۔ یہاں ورلڈ بنک والوں کو یہ احساس ہونا چاہیئے کہ accord میں لکھا ہے can any project be run on flood water ? on flood water it would run کیونکہ سندھ میں جو باقی لوگ ہیں ان کو مارنا ہے۔ کوئی بھی سکیم کسی بھی international standard کے تحت وہ run نہیں کر سکتی ہے flood water پر۔ اس کے بعد میڈم چیئر پرسن! بات یہ بنتی ہے کہ یہ losses and evaporation

پانی کی جو اتنی لمبی length ہوتی ہے اس کو count کرتے ہوئے یہاں پر پانی در کار ہے۔ ۱۲۵ بلین ایکڑ فٹ۔ اس وقت دریا میں short fall دو ملین ایکڑ کی بنتی ہیں۔

اب کیا ہے proposed Kalabagh Dam ہے۔ محترمہ! میں آپ کے نوٹس میں لانا چاہتا ہوں۔ یہ بہت اہم بات ہے۔ یہ میں آپ کو بتادوں کہ کالا باغ ڈیم سے پاکستان کا مستقبل وابستہ ہے۔ اگر ڈیم آپ نے بنانا ہے تو پانچ سال میں یا چار سال میں اصل ڈیم کو بھرنا چاہیئے۔ انہی کے Water accord کے تحت کہیں مجھے دکھا دیں کہ دو ملین ایکڑ فٹ بھی پانی بچ رہا ہے جبکہ ڈیم کی جو capacity ہے اس کو کم از کم ۱۴ ملین ایکڑ فٹ پانی چاہیئے چار سال میں بھرنے کے لئے، in simple terms پنجند سے نیچے دریا کے پانی کا ایک قطرہ بھی گزر کے سندھ کی طرف نہیں جائے گا یعنی سندھ کے total share کو آپ withdraw کر لیں تو آپ جا کر ڈیم بنائیں۔

اب یہ جو ڈیم کی present صورتحال آگئی۔ مجھے تو عجیب بات لگتی ہے یہ کالا باغ ڈیم ایک طرف بنانا چاہتے ہیں اور دوسری طرف یہ جو Left Bank Canal اور right Bank Canal ہے جو کالا باغ ڈیم سے نکالنا چاہتے ہیں جس کے لئے کہا گیا کہ پختونخواہ میں اور پنجاب میں پانی ملے گا اس پروجیکٹ کے بارے میں واپڈا کی جو اپنی study ہے اس کے مطابق وہاں پر جتنا اس کا خرچہ ہو گا اتنا ہی Canals پر اور ڈیم پر خرچہ ہو رہا ہے۔

انٹر نیشنل جو Study ہوئی ہے انہوں نے خود کہا ہے کہ یہ feasible نہیں ہے ۱۶۰۰ بلین روپے آپ خرچہ کر رہے ہیں۔

میں نے سندھ کے حالات آپ کے سامنے رکھے ہیں کہ ہمارے پاس کوئی پانی نہیں ہو گا، اکتالیس بیالیس ایکڑ فٹ پانی جو ہمیں مل رہا ہے اس کا ایک قطرہ بھی وہاں نہیں جائے گا اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ حکومت عقل کے ناخن لے۔ عقل کا کام کرے۔ عقل اپنے ذہن میں سمائے۔ جو مجھے کم نظر آتی ہے۔ جو ۷۰ وزراء کی کرکٹ ٹیم بنائی ہوئی ہے۔ یہ نوٹ کرنے کے لئے۔ جس طرح ہمارا اسٹاف آتا جاتا رہتا ہے۔ اس طرح یہ آتے جاتے رہتے

ہیں۔اسی طرح ہمارے points بھی آتے جاتے رہیں گے۔ دو پوائنٹ یہ، دو پوائنٹ وہ لیں گے اور بات کہاں گئی، نشستند، گفتند، برخاستند۔ ۱۴۱ دن جو پارلیمینٹ کا حشر کیا ہے انہوں نے، اب ۱۴۱ دن ہمارے بڑے ہوئے ہیں اور اب یہ پھنس گئے ہیں ۱۴۱ دن آئینی قدغن ہے meet up کرنے کے senate کے 90 days تھے،وہ 41 days اب اچانک پورے کا پورا ڈیڑھ مہینہ اجلاس، ارے بھائی! آپ کہاں گئے تھے اتنے مہینے۔ چار مہینے اجلاس کیوں نہیں کیا۔ کیا آپ فری نہیں تھے۔ بہر حال میں آن ریکارڈ یہ بات رکھنا چاہتا ہوں۔

اور آپ کو ایک بات بڑی واضح طور پر بتاتا ہوں۔ یہ میں آپ کو کھلے دل اور ذہن سے یہ بات بتارہاہوں کہ خدا کی قسم۔ اس کی آیات کی قسم۔ کہ اگر آپ نے سندھ کا پانی بند کیا۔ اگر آپ نے سیاسی اور معاشی حقوق سے انحراف کیا۔ تو میں سمجھتا ہوں۔ کہ ایک بھی غیرت مند سندھی کبھی بھی اس ایوان میں قطعاً نہیں آئے گا۔ اگر آئے گا تو ہم اس کی ٹانگیں توڑ دیں گے۔ آپ اگر چلانا چاہتے ہیں اس طرح سے تو ہم اپنے آپ کو غلام declare کر دیں گے۔ پھر آپ کے ہم غلام ہیں۔ بنائیں غلام ہمیں، لیکن ایک بات یاد رکھیں۔ کہ غلام کا بھی ایک حق ہوتا ہے۔ ہم کسی بھی عہدے میں participate نہیں کریں گے۔ کوئی وزارت نہیں لیں گے۔ کوئی ڈپٹی کمشنر نہیں لیں گے آپ سے، کوئی پولیس کانسٹیبل آپ سے نہیں لیں گے۔ ہم آپ کے غلام ہیں اور غلام کی ایک منطق یاد رکھیں کہ وہ ہر وقت اپنی زنجیریں توڑنے کی کوششیں کرتا رہتا ہے۔ اور یہ ہمارا پیدائشی حق ہے۔ آپ نے کیا مذاق بنایا ہوا ہے نہ اس ملک کو آپ سیاسی حق دے رہے ہیں اور نہ ہی سیاسی اداروں کو چلنے دیتے ہیں۔ ایک طرف آپ ایسے ایسے متنازعہ منصوبے لے آتے ہیں۔ ہاں البتہ ہم تصفیہ چاہتے ہیں۔ آج بھی ہم سندھ والے اس پر بیٹھنے کے لئے تیار ہیں۔ ہم نے انٹی کالاباغ ڈیم فرنٹ بھی بنایا ہوا ہے۔ اس میں سب کے سب لوگ ہیں اور جو تاحال باہر ہیں ان کی بھی ہم منت کریں گے کہ وہ آئیں کیونکہ ہم چاہتے ہیں کہ آپ ایسے منصوبے نہ بنائیں جو پاکستان کو

نقصان دیں۔ ہم آج بھی ۱۹۴۵ء کا پنجاب، سندھ کا تو agrement ہے اس کو accept کرنے کے لئے تیار ہیں۔ with the condition that equally availability of water independent resources سے کرائی جائے۔

اب جناب میں سندھ کی طرف آتا ہوں۔ میڈم چیئرپرسن! یہاں مختلف صوبوں کے لوگ بیٹھے ہوئے ہیں میں آج سندھی قوم کی طرف سے آپ کے سامنے اپنے آپ کو احتساب کے لئے پیش کرتا ہوں۔ اور آپ کو دعوت دیتا ہوں۔ کہ آئیں اور سندھ کی جو unique condition ہے اس کا تجزیہ کریں۔ پھر اس کے بعد کوئی غداری کا سرٹیفکیٹ نکالیں۔ محترمہ! میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ ۱۹۴۷ء میں، جب یہ ملک ۱۹۴۰ء کی قرارداد کے تحت مختلف قومیتوں کے درمیان سمجھوتے کے تحت وجود میں آیا، اس وقت یہ بات کہیں بھی لکھی نہیں گئی تھی کہ اگلے ۵۰ یا ۴۵ سال کے عرصہ میں کسی ایک صوبے کے مالک یا جغرافیائی حدود کے مالک لوگوں کو اقلیت میں تبدیل کردیں گے۔ میں کئی حوالے دینا چاہتا ہوں کہ جس میں قائداعظم نے کہا تھا کہ جو اقلیتی صوبے ہیں، جو اقلیتیں ہیں، وہ وہیں رہیں گی اور سیکولر سٹیٹ کا تصور دیا تھا۔ اور یہ بھی کہا گیا تھا کہ قومیتوں کے جو حقوق ہیں، حتیٰ کہ sovereign state کا لفظ استعمال کیا گیا تھا۔

آج سندھ کی کیا صورت حال ہے میڈم چیئرپرسن! ۱۹۴۷ء کے بعد ۱۹۵۱ء کی جو پہلی census ہوئی اس میں وہاں سندھی آبادی ۹۵ فیصد تھی۔ ۵ فیصد پارسی اور باقی لوگ تھے۔ جب برصغیر کی تقسیم ہوئی اس وقت یہ کہیں نہیں کہا گیا تھا کہ اتنی بڑی تعداد میں migration کی جائے گی۔ کسی صوبے نے migration قبول نہیں۔ مشرقی پنجاب سے کچھ لوگ پنجاب میں قبول ہوئے۔ اور میں سمجھتا ہوں ۵۸ فیصد سے زیادہ جو migration ہوئی وہ سندھی نے کھلے ہاتھوں، کھلے ذہن اور کھلے بازوؤں کے ساتھ قبول کی۔ آج کیا ہو رہا ہے۔ ۱۹۸۱ء کے census کے مطابق ہم جا کر ۵۸ فیصد رہ گئے ہیں۔ میں آپ کے توسط سے اپنا یہ مقدمہ انٹرنیشنل کورٹس تک بھیجنا چاہتا ہوں۔ ایک specie ایسی ہے کہ جہاں

شک پڑتا ہے کہ تلوریاوائلڈ لائف ختم ہورہی ہے۔ تووائلڈ لائف انٹر نیشنل آرگنائزیشن آگے بڑھتی ہے اور کہتی ہے کہ نہیں اس specie کو باقی رہنا ہے۔ آج سندھی قوم اپنی زندگی اور موت کی کشمکش میں مبتلا ہے۔ ہمارے ساتھ جو زیادتیاں کی گئی ہیں double standard جو رکھے گئے، میڈم چیئرپرسن صاحبہ! اگر میں بات کرنا چاہوں تو شاید دودن چلے۔ ۱۹۴۸ء میں سندھ اسمبلی جو بل پاس کرتی ہے اسے جناب میں وہی بل قبول ہو جاتا ہے۔ اور وہی زمینیں اپنے مالکان کو ملتی ہیں۔ آگے بڑھتے ہیں۔ تین بیراج بنائے گئے۔ میں facts and figures سے prove کرنا چاہتا ہوں کہ بائیس لاکھ ایکڑ زمین انعامات و اکرامات کے طور پر غیر سندھیوں کو دی گئی۔ کہیں جنگ جیتی کہیں جنگ ہاری۔ سندھ کی زمین جنرلوں، کرنلوں کو دی گئیں۔ یعنی ایک طرف ہماری ایگریکلچرل زمینوں پر قبضہ، دوسری طرف ہندوؤں کی چھوڑی ہوئی پراپرٹی، دو ٹکوں میں دے دی گئی۔ دوہرے قسم کے قوانین بنا کر یہ یقین کر لیا کہ کوئی لوکل آدمی یہ زمین یا جائیداد خرید نہ سکے۔ اسطرح ہمارے شہروں کی ۸۰ فیصد پراپرٹی دے دی گئی۔ ۱۹۴۸ء میں ایسے قوانین بنائے گئے کہ جہاں شہروں کی پراپرٹی مکمل طور پر غیروں کے حوالے کر دی گئی۔

ان چیزوں کو ہم نے یہاں اپنے صوبے میں محسوس کیا۔ ہمارے ساتھ جو زیادتی کی گئی۔ جو poliical rights غضب کئے گئے اس خطے میں ان چیزوں کو سب سے زیادہ بنگالیوں نے محسوس کیا۔ بنگالیوں نے کہا کہ اگر چھوٹا بھائی بڑے بھائی پر کئی سال حکمرانی کر سکتا ہے تو بڑے بھائی کا حق بنتا ہے کہ کبھی حکمرانی اسے بھی ملنی چاہیئے۔ اس وقت آپ نے عجیب عجیب طریقے نکالے۔ ان کے Constitutional rights روکے۔ Politically ان کو بالکل deny کیا اور نتیجتاً آپ نے وہاں فوج کشی کر کے تیس لاکھ بنگالیوں کو مار کر اس بڑے صوبے سے ہاتھ اٹھالیا۔ بچے کھچے پاکستان میں بلوچستان نے آواز اٹھائی۔ وہاں فوج کشی کی پختونخواہ خان غفار خان جب تک زندہ تھے traitor خان ولی خان جب تک اس حکومت میں شامل نہیں ہوئے، ANP تب تک traitor۔ سندھ میں جی ایم سید traitor۔

بلوچستان' میں عطاء اللہ مینگل traitor ۔ غوث بخش بزنجو traitor ۔ حیدر آباد شہر میں بغاوت کا مقدمہ دائر کیا گیا تھا۔

میڈم چیئر پرسن ! اگر اس ملک کی ۸۰ فیصد آبادی کو represent کرنے والے traitors ہیں تو پھر بڑے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ بیس فیصد آبادی والے اکیلے رہ گئے ہیں صرف سرٹیفکیٹ بانٹنے والے۔ میں تو پوچھنا چاہتا ہوں آپ کے توسط سے کہ آج اٹھاسی سالہ ایک انسان کراچی میں بند کیا ہوا ہے۔ مقدمہ کیا ہے جی ایم سید پر'؟ high treason ان کا قصور؟ قصور یہ کہ انہوں نے ترانہ کہلوایا ہے۔ میڈم چیئر پرسن ! جیسے وہ ترانہ کہتے ہیں وہ سندھ کی ایک مشہور نظم ہے جو شیخ ایاز نے لکھی ہے اس کا سادہ سا معنی یہ ہے کہ سندھی دھرتی، میں تجھ سے پیار کرتا ہوں سندھ دھرتی تو میری ماں ہے۔ اور میں سمجھتا ہوں میڈم چیئر پرسن !کہ ہم اس دھرتی کو اپنی ماں سمجھتے ہیں اس پر کوئی اعتراض نہیں، ہمیں اس پر کوئی شرم نہیں آتی۔ کیونکہ میں سمجھتا ہوں کہ انسان جس ماں سے جنم لیتا ہے اس کے پیٹ میں صرف ۹ مہینے رہتا ہے اور اس کے بعد اس کی گود میں چند مہینے ہوتا ہے۔ دو ڈھائی مہینے کے بعد جب وہ crawling کرنے لگتا ہے۔ تو اس وقت سے اس کی زمین اسے اپنے ساتھ چپکاتی ہے اور وہ اس وقت سے لے کر جوان ہوتا ہے۔ اس کا سینہ چیر کر اس پر فصل اگاتا ہے اس کے سینے پر بہتے ہوئے دریاؤں کا پانی پیتا ہے۔ اس کے سینے کے اندر ٹیوب ویل pipes push کر کے پانی نکال کو پیتا ہے اور اس سرزمین پر اس طرح سے چلتے چلتے وہ مرتا ہے اور پھر وہ ماں کی آغوش میں ۹ ماہ نہیں رہتا، ان ماں کی آغوش میں وہ تا قیامت رہے گا۔ میں سمجھتا ہوں سندھ دھرتی سے اگر کسی نظم کے تحت یا کسی ناتے کے تحت، کسی نے اپنی ماں سمجھ کر پیار کیا ہے تو سب سے پہلے سب کے سب ڈھائی کروڑ سندھی انسان غدار ہیں۔ آپ کو سب کو سرٹیفکیٹ دینا پڑے گا۔ کیونکہ اگر آج میں یہ کہہ دوں کہ ہم سندھ کی سرزمین سے اس لئے پیار کرتے ہیں کہ وہ پاکستان میں ہے اور ہم پاکستان کی سرزمین سے پیار کرتے ہیں۔

میڈم چیئر پرسن! میں چاہتا ہوں کہ case وہ چلائیں، غداری کا مقدمہ وہ چلائیں۔ ایک شہر میں ایک قاضی نے فیصلہ کیا ایک لڑکی کے اوپر کہ یہ گناہ کی مجرم ہے اس کو سزا دینی چاہیئے۔ سنگساری کا حکم دیا گیا۔ لڑکی نے کہا میری ایک درخواست ہے مجھے پہلا پتھر وہ مارے جس نے کوئی پاپ نہ کیا ہو۔ جس نے کوئی گناہ نہ کیا ہو۔ اس ٹہر سے کسی کو ہمت نہیں ہوئی کہ وہ اس کو پتھر مارے ہم اس شہر میں اس ملک میں ہیں کہ جہاں گناہگاروں کی لسٹ بھری ہوئی ہے۔ ہم ان حکومتوں میں ہیں کہ حکومتوں کی حکومتیں یہاں پر بدترین قسم کی کرپشن، بے ایمانی، بدعنوانی، Nepotism اور کئی کئی مجرمانہ حرکات میں ملوث ہیں۔ ہم اس صوبے میں آرہے ہیں کہ جس صوبے کا کہلاتے ہوئے ہمیں شرم آتی ہے کہ وہاں پر ایک فاشسٹ رول ہے۔ ہم اس جگہ سے آرہے ہیں جو کبھی صوفیوں کی دھرتی تھی۔ جو پیار کرنے والی دھرتی تھی۔ آج وہاں پر انگارے بھرے ہیں آج وہاں رظلم، بربریت اور میں سمجھتا ہوں کہ آپ کوار گونوں اور تر کھانوں کے وہ وقت بھی بھول گئے ہوں گے۔ جو آج ہمارے ساتھ وہاں پر حشر ہے۔ آج ہمارے وہاں میں آپ کو بتاؤں محترمہ چیئر پرسن صاحبہ! کہ نہ کوئی قانون ہے، نہ انصاف ہے، جو حکومت ہے، ہمارے شہروں پر دہشت گردوں نے قبضہ کیا ہوا ہے اور وہاں پر وہی دہشت گرد تنظیمیں۔ میں تو کہتا ہوں کہ بڑی عجیب بات ہے۔ ہم نے بات سنی تھی کہ National course takes its turn آج میں سمجھتا ہوں کہ وہ turn آنے والا ہے۔ کیوں ان لوگوں کی بیماری مشترکہ ہو گئی ہے۔ یعنی بیماریاں مختلف ہونی ہیں۔ کسی کو فلو ہوتا ہے کسی کو کیا ہوتا۔ ہمارے حکمرانوں اور ہماری دہشت گرد تنظیموں کی بیماریاں بھی مشترکہ ہیں۔ لندن ہسپتالوں میں پڑے ہوئے ہیں۔ بیماری مشترکہ ہے۔ وہ بیمار ہوتے ہیں تو وہ بھی بیمار ہو جاتے ہیں۔ بیماری اور کچھ نہیں ہے انٹرنیشنل بیماری ہے۔ بیماری اور کچھ نہیں ہے پاکستان کے موجودہ نظام کی بیماری ہے کہ یہاں پر کرپشن کو legalise کیا گیا ہے اور یہ کرپٹ لوگوں کا مجمع ہے جہاں پر بیماری بھی مشترکہ ہو جاتی ہے اور علاج بھی ایک ہی ہسپتال کراموپل ہسپتال لندن میں ہوتا ہے۔ آج ہم نے کون سا قصور کیا ہے۔ آج

یہ ایوان، ایوان کا custodian ہے۔ آج اسمبلی کے دونوں ایوان یہاں میٹ کر رہے ہیں۔ ہمیں آئینی طرح سے کوئی آئینی راہ نہیں ملتی کہ اس بدنصیب صوبے کو کچھ ہم دے سکیں۔ میڈم چیئر پرسن صاحبہ! امن وامان کی صورتحال ہمارے یہاں یہ ہے اور میں آپ کو بتادوں کہ ہمارے پاس پولیس اور پیراملٹری فورسسز اور باقی فورسسز کو ملاتے ہوئے ۹۰ ہزار کے قریب یہ فورسسز ہیں اور پولیس رینجرز وغیرہ کے اوپر ہر روز جو خرچہ آتا ہے وہ ۱۸ سے ۲۰ لاکھ روپے کا روز سندھ حکومت خرچہ کر رہی ہے۔ یعنی ۶ کروڑ روپے ماہانہ خرچہ آرہا ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ سندھ کے اندر کوئی بھی نہ ریلوے سٹیشن محفوظ ہے، نو سڑک محفوظ ہے، نہ شہر محفوظ ہیں۔ بارھویں ترمیم پاس کراتے وقت جناب وزیراعظم صاحب نے کہا تھا کہ جب یہ پاس ہو جائے گی سب ٹھیک ہو جائے گا۔ اصل بات تو یہ ہے کہ سندھ میں ہمیں حالات ٹھیک کرتے ہیں۔

میڈم چیئر پرسن صاحبہ! میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ بارھویں ترمیم پاس ہوئے تقریباً ۶ مہینے ہو چکے ہیں۔ آپ نے حالات ٹھیک کیے؟ خصوصی ٹریبونل بناتے ہوئے آپ کو ۶ مہینے ہوگئے ہیں۔ ان کو کام کرتے ہوئے ۶ مہینے ہوگئے ہیں خصوصی ٹریبونل کے متعلق آج میں اس ایوان کے فورم پر یہ کہنا چاہتا ہوں کہ کیا ایک لاکھ سے پانچ لاکھ روپے تک کی پرائس نہیں چل رہی۔ خصوصی ٹریبونل میں آپ نے جو Judges مقرر کیے ہیں۔

میں یہاں پر بالکل حلفیہ کہتا ہوں کہ مجرموں سے پیسے لے کر وہ ان کو چھوڑ دیتے ہیں۔ آپ Judiciary کو بھی تباہ کر دیا ہے۔ آپ نے انتظامیہ کو بھی تباہ کیا ہوا ہے۔ آپ نے آئین کی دھجیاں اڑائی ہیں۔ بارھویں ترمیم ۳۵ منٹ میں پاس ہوتی ہے۔ پھر Law and order پر ۲۰ لاکھ روپے روزانہ کا خرچہ۔ میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ صدر صاحب اگر احتساب کے Process میں جانا چاہتے ہیں۔ صدر صاحب! ذرا آئین میں نگاہ ڈالیں کہ ڈاکوؤں کو وہاں پر G-3 bullets کون دیتا ہے۔ سندھ میں ڈاکوؤں کو واہ فیکٹری کے بنے ہوئے راکٹ لانچرز کون دیتا ہے۔ سندھ میں ڈاکوؤں کو وہاں پر کس طرح سے یہ چیزیں

میسر ہیں اور پھر احتساب پر ۶ کروڑ روپے ماہانہ۔ میں تو کہتا ہوں کہ محترمہ چیئرمین صاحبہ! بڑی سیدھی سی بات ہے کہ آپ ڈاکوؤں کی کانفرنس بلا کر ان کو ۶ کروڑ ماہانہ دے دیں اور کہہ دیں کہ یہ ۶ کروڑ ایک مہینے کے تمہارے ہیں۔ کسی کو ہاتھ نہ لگانا۔ میں سمجھتا ہوں حالات ٹھیک ہو جائیں گے۔ پھر اگر آئینی طریقے سے ہمارے یہاں آپ کو کوئی change نہیں ملتی۔ ہم اتنے بدنصیب ہیں۔ جس طرح بربریت کا دور دورہ ہے اندرون سندھ میں۔ میں ایماندارانہ طور پر کہتا ہوں۔ چیئرمین صاحبہ! وہاں پر کوئی قانون نہیں ہے پھر ایک کام اور کر لیتے ہیں کوئی برائی نہیں ہے۔ جس طرح سے آج یہ ہمارا ملک چل رہا ہے آئینی طرح سے ماشاءاللہ! جس طرح سے قابل قدر ہمارے جتنے دوست ہیں حکومت میں۔ جس طرح سے حکومتیں چلا رہے ہیں تو پھر میں کہتا ہوں۔ جی چلیں۔ ڈاکو لائق چانڈیو کو سندھ کا وزیر اعلیٰ بنا دیتے ہیں اور باقی ڈاکوؤں کو آئی جی پولیس، ایس پی پولیس ڈی آئی جی پولیس اور تھانیدار لگا دیتے ہیں۔ فارغ کریں ان کو، کم از کم ہمارا ان سے سیدھا واسطہ تو پڑے گا کہ ڈاکو کیا چاہتے ہو۔ یہ ایک مرتبہ لے لو چونکہ ہمیں تو پریشانی ہوتی ہے بار بار کہیں وہ مار دیتے ہیں کہیں وہ اٹھا لیتے ہیں کہیں وہ تاوان لیتے ہیں کہیں وہ جنگلات میں ہمیں پھراتے ہیں کہیں ہمارے بچے محفوظ نہیں ہیں کہیں ہمارے بچے سکول نہیں جا سکتے۔ ہمیں ڈر لگتا ہے کہ وہ بچے جو سکول گئے ہیں ان کی لاشیں آئیں گی یا وہ خود آئیں گے۔

جب آپ کا آئی جی ہفتہ وار رشوت لیتا ہے جب آپ کے ڈی آئی جی، ڈپٹی کمشنرز کو آپ نے نئی نئی لینڈ کروزریں دی ہوئی ہیں۔ یعنی آپ اندازہ لگائیں سندھ حکومت کا۔ آپ کو یہاں اس حکومت سے زیادہ بیوروکریسی کا خیال کرنے والی کوئی حکومت نظر ہی نہیں آئی ہو گی کہ ہمارے صوبے میں کوئی چار، پانچ سو نئی لینڈ کروزرز ۱۸، ۱۸ لاکھ روپے کی لے کر ان کو انعامات واکرامات کے طور پر دی گئی ہیں کیوں کہ انہوں نے سارے غلط کام جو کئے ہیں کیوں کہ انہوں نے وہاں پر تھانوں میں سیاسی کارکنوں کو جو مارا ہے۔ ایک چھوٹی سی پی ایس ۱۴ کے بائی الیکشن میں جیکب آباد میں سات ہزار پولیس فورس لائی گئی کوئی ایسی

نہیں تھی کہ جہاں پولیس نہ ہو۔ ریزرو پولیس سے لے کر سب پولیس لائی گئی۔ اور پی ایس ۱۴ جیکب آباد کا الیکشن کمال کا الیکشن تھا۔ میں انتخابی عمل پر یہ کہنا چاہتا ہوں کہ محترمہ چیئرمین صاحبہ! ایک صوبائی اسمبلی کے الیکشن ہیں اس کے باوجود کہ ہمارا وفد محترم صدر اور محترم وزیر اعظم سے ملا کہ ہمیں اور کچھ نہیں چاہیئے آپ مہربانی کر کے ہمیں یہ تسلی دلائیں کہ یہ الیکشن غیر جانبدارانہ اور منصفانہ ہوں گے۔ تسلی حاصل کرنے والی ساری کی ساری کمیٹی جیل چلی گئی ہم دس ممبر جیل میں تھے۔ یہ ہے منصفانہ انتخاب! کہ جہاں پر زبردستی مولاداد پولیس سٹیشن پر ٹھپے لگائے گئے۔ جہاں پر جعفر آباد کی تین ہزار ووٹوں میں سے کتنے ووٹ کاسٹ ہوتے ہیں کہ جہاں پر بڑی بڑی آبادی ہے ہماری پولنگ سٹیشن پر سو ووٹ بھی کاسٹ نہیں ہوتے اور ایک سرٹیفیکیٹ جو پریذائیڈنگ آفیسر ہمیں دیتا ہے اس کی جو ریزلٹ کاونٹ ہے وہ ۱۵۰ ووٹ کاسٹ ہوئے۔ وہاں جاتے ہیں تو دیکھتے ہیں ۱۰۵۰۔ صرف ہزار بڑھا دیا ہے اس میں زیادہ فرق نہیں ہے۔ ایک کو ملتے ہیں ۳۳ ووٹ اور دوسرے کو ملتے ہیں ۳۳ ہزار ووٹ۔ بعد میں جب مولاداد پولیس سٹیشن پر پولیس نے زبردستی بیلٹ باکسز اٹھا کر پریذائیڈنگ آفیسر کو، اسٹاف کو لے جا کر پولیس سٹیشن میں ٹھپے ما کر ٹھک کر کے آئے اور کیا کیا آپ نے، اس سے پہلے آپ نے انتخابی عمل کو کیا بنایا ہوا ہے۔ ہم ووٹ ایک کو دیتے ہیں یہاں دوسرا بیٹھا ہوا ہے۔ پولیس کے ناطے سے تو پولیس کو لینڈ کروزر تو ملنی ہے۔ پھر پنجاب کی ذرا حالت دیکھیں پنجاب صوبے کی تو حالت زار ہے۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : اعجاز صاحب! اب ذرا ٹائم کا بھی خیال کریں کسی اور سپیکر نے بھی بولنا ہے۔

جناب اعجاز علی خان جتوئی : میں بس اب وائنڈ اپ کر رہا ہوں۔ میڈم چیئرپرسن صاحبہ! پنجاب صوبے کی تو حالت زار ہے۔ یہ نوٹ کرنے والی بات ہے۔ تین بائی الیکشن پنجاب میں اناؤنس ہوتے ہیں اور خدا کی قسم اس ۲۲ پارٹیوں کی اپوزیشن میں ایک بھی آدمی

ایسا نہیں آتا ہے جو آکر candidature field کرے اپنا candidate آگے بڑھائے کیونکہ لوگوں کا trust ٹوٹ چکا ہے! اپوزیشن کو پتہ ہے کہ ہم اگر جائیں گے بھی۔ ۱۵لاکھ خرچہ بھی کریں گے۔ رزلٹ وہی آئے گا جو پولیس چاہے گی۔ یہ بڑی افسوسناک بات ہے۔ میڈم چیئرپرسن صاحبہ! میں سمجھتا ہوں ملک کے lectoral process کو آپ نے تباہ برباد کر دیا ہے۔ تین بائی الیکشن میں وہاں پر کوئی candidate آئے نہیں آتا اور ایک ہی آدمی آئی جے آئی کا جیتا ہے۔

پنجاب میں لوکل باڈیز کے الیکشن دیکھ لیں ان میں کیا ہوا۔ لوکل باڈیز میں ۲۵ سے ۳۰ فیصدی ووٹ کاسٹ ہوتے ہیں۔ لوکل باڈیز تو واضح طور پر عوام کا اعتماد shatter ہو چکا ہے۔ اگر پنجاب میں ۲۵ سے ۳۰ فیصد لوکل باڈیز میں ووٹ کاسٹ ہوتا ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ قومی اسمبلی میں اور صوبائی اسمبلی کے الیکشن میں ۱۵ فیصد سے زیادہ ووٹ کاسٹ نہیں ہوگا۔ آپ سمجھ رہے ہیں کہ اس ملک کا کیا حشر ہوگا آپ نے عوام کو بالکل disassociate کرنا شروع کر دیا ہے۔ عوام کا sense of participation ختم کرا دیا ہے۔ آپ سمجھ رہے ہیں کہ کل آپ کون سے institution میں آئیں گے۔ میں بتا دیتا ہوں آج ہم شاید institution میں داخل ہو چکے ہیں۔ کل آپ اس institution میں آئیں جو اس پاکستان کی فیڈریشن کو چلانے کا اہل رہے ہی نہیں۔ آپ نے کیا سمجھا ہے آپ نے عوام کا اعتماد بالکل shatter کر دیا ہے۔ عوام کے ووٹ کا تقدس ہوتا ہے اس پر کوئی belief رہا ہی نہیں ہے۔ یہاں پر ہمارے پاس serious قسم کی الیکشن irregularities اور rigging کی مثالیں موجود ہیں۔ یہاں پر کیا کیا نہیں ہوا کل آپ الیکشن announce کریں گے تو میں سمجھتا ہوں کہ انشاءاللہ تعالیٰ اگر سندھ میں Frankenstein زندہ ہے۔ جب تک زندہ ہے تو کوئی آدمی آگے نہیں بڑھے گا۔ میں تو سمجھتا ہوں مجھے مغالطہ نہیں ہے۔ کشمیر کا حل چاہتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں ہندوستان نے شاید پاکستان گورنمنٹ کو demand بھی کر دی ہے۔ پتہ نہیں ہے یہ بتائیں گے چونکہ آج کل بڑی عجیب بات ہے وزیراعظم اور صدر،

سٹیٹ منسٹر آف فارن آفیئر اور سیکرٹری جنرل بڑی بڑی شیروانی پہن کر V.V.I.P. لاؤنج میں گھومتے پھر رہے ہیں جیسے politician ہوں۔ ایک worst قسم کا بیوروکریٹ جو یہاں بیٹھ کر بارہ کروڑ عوام کے اوپر فیصلے مسلط کرتا ہے۔ بیوروکریٹ صاحب! یہ تمہارا کام نہیں ہے کہ ہم کس طرح کی فارن پالیسی چاہتے ہیں۔ اس جنرل سیکرٹری سے پوچھ لیں کہ بیانات میں کتنے تضادات ہیں۔ کشمیر ایشو حل کرنا ہے۔ کشمیر پر ریفرنڈم کرانا ہے۔ ہندوستان کہتا ہے کہ جسٹس نعیم کو یہاں بھیج دو ہم ریفرنڈم کرا لیتے ہیں۔ جسٹس نعیم کو یہاں بھیج دو ہم ریفرنڈم کرا لیتے ہیں۔ جسٹس نعیم جو ہمارے محترم چیف الیکشن کمشنر ہیں اور کوئی آدمی ملتا ہی نہیں ہے۔ دیئے جاؤ extension کیونکہ الیکشن میں جو rig کرائی ہے۔ اس سے زیادہ اچھا آدمی کون سا ملے گا۔ میڈم چیئرپرسن صاحبہ! نہ ہمارا نوکریوں میں share ہے۔ عجیب بات ہے۔ میں دیکھ رہا ہوں آپ مجھے......

<u>میڈم ڈپٹی چیئرمین</u> : ہاں آپ wind up کریں۔

<u>جناب اعجاز علی خان جتوئی</u> : تھوڑا سا ٹائم میں sum up کرنے کے لئے چاہوں گا۔ اس ملک میں عجیب بات یہ ہے ہم نے یہ کوئی ادارہ بنایا نہ کوئی ادارہ چھوڑا۔ اب ہمیں ایک نیا ادارہ سامنے نظر آیا۔ چلو IJI والو خدا کے واسطے ہاتھ باندھتا ہوں یہ ادارہ ہی بنوالو۔ Daewoo کا ادارہ بنوالو۔ ڈیوو جو باہر سے آیا ہوا ہے اس کو آپ نے اس ملک کی ہر قسم کا کنٹریکٹ دے دیا ہے۔ ۷۵ لاکھ روپے بننے والا جو روڈ ہے۔ سپر ہائی وے ٹائپ ساڑھے سات کروڑ روپے میں فی میل دیا ہے۔ میڈم چیئرپرسن! ہم غریب ملک ہیں۔ ۱۲ کروڑ عوام کو نصیحتیں کی جاتی ہیں۔ خود انحصاری کرو اور side پر بیساکھیاں دے دی ہیں جو بالکل بیٹھ جاتی ہیں۔ خود انحصاری کرو۔ ہم خود انحصاری کر رہے ہیں۔ اتفاق فونڈری والے نہیں کر رہے۔ ان کا تو اکاؤنٹ double ہوتا جا رہا ہے۔ وہ تو دس دس بلین ایک deal کا بے بیٹے ہیں پھر Daewoo کو آپ نے کیا کیا بنایا ہے۔ یہ پی ٹی سی جو پورا نیٹ ورک ہے وہ بھی Daewoo کو روڈ بنانا ہے وہ بھی Daewoo کو کوئی اور اسٹیشن بنانا ہے وہ یہ ڈیوو کل کہیں

گے آئین بنانا ہے ڈیوو۔ ہم عنقریب Daewoo کا constitution دیکھیں گے۔

آیئے ہم سب مل کر خدارا عقل لیں۔ اس طرح نہ کریں اس ملک کو تباہ کرنے کے پیچھے کیوں پڑے ہوئے ہیں۔ ہم آج بھی کہتے ہیں کہ خدارا عقل سے کام لیں اور اس طرح کی زیادتیوں سے باز آئیں۔ صرف شیشے کے گھر میں بیٹھ کر پتھر نہ ماریں۔ آپ کے اپنے اعمال کیا ہیں۔ میں تو کہتا ہوں میڈم چیئر پرسن صاحبہ! صدر صاحب آپ تو متنازعہ ہیں۔ ہمارے وہاں شاید آپ کو کوئی چیز نظر ہی نہیں آتی۔ ۶ اگست سے لے کر آج تک سندھ گورنمنٹ کراچی شہر کے اندر چار سو ایکڑ زمین پلاٹ کے طور پر دے چکی ہے۔ ایک کوئی دہشت گرد تنظیم کا چیف ہے جس پر الزام ہے کہ سات ملین پاؤنڈ لے کر لندن چلا گیا ہے اور آج کل وہی جھگڑا چل رہا ہے تنظیمی طور پر۔ ۱۱۵ ایکڑ کورنگی میں ریکارڈ کی بات ہے۔ ہمارے پاس ایک اور بادشاہ ہے۔ ستر، اسی ایکڑ اس کو۔ کسی کو پانچ ایکڑ۔ کسی کو دس ایکڑ اور تو چھوڑیں تین بیوروکریٹ تھے حکومت سندھ میں ۱۸ گریڈ کے۔ دو چیف منسٹر ہاؤس میں گریڈ ۸ میں ملازمت کرتے ہیں اور ایک اس وقت کراچی میں ڈپٹی کمشنر ہے۔ دوبئی کے اندر ۶۵ کروڑ روپے کا انہوں نے اکاؤنٹ کھولا ہے۔ تحقیق کرائیں کہ یہ پلاٹ چار چار پانچ ایکڑ کس کو دیئے ہیں آج تک ہمارے اندازے کے مطابق سندھ گورنمنٹ نے ۱۳ کروڑ روپے کا تو صرف فرٹیلائزر ساسو سے ایم پی اے کو خریدنے کے لئے دیا ہے۔ اس طرح کئی سو ایکڑ پلاٹ کی رقم کے اوپر سندھ گورنمنٹ چل رہی ہے اور ابھی بھی کہہ رہے ہیں کہ policies will be continued کوئی change نہیں آئے گی۔ چیف منسٹر بھی وہی بنے گا جو صدر محترم کی راہ پر چلتا ہوا چلا جائے گا ابھی بھی صدر محترم کہتے ہیں یہاں پر کوئی حالات بگڑے نہیں ہیں۔ "All is well" تین چار سو کروڑ روپے کی رقم کوئی تھوڑی رقم نہیں ہے۔ جو سندھ گورنمنٹ نے پانچ چھ مہینے گورنمنٹ نے پانچ چھ مہینے گورنمنٹ چلائی ہے۔ ۱۶ اگست سے لے کر آج تک ۱۶ مہینے ہو گئے اور ۱۷ مہینے میں کتنے کروڑ روپے کی رقم دی ہے۔ ہر مہینے میں سمجھتا ہوں ۵۰ کروڑ روپے خرچہ کرنا پڑتا ہے۔ میڈم چیئر پرسن صاحبہ! میں سمجھتا ہوں

یہ معاملہ اس طرح نہیں چلے گا۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : بس اعجاز صاحب۔

جناب اعجاز علی خان جتوئی: جی! بس میں ابھی ختم کرتا ہوں بس میں ۵ منٹ میں ختم کر رہا ہوں۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : اور ۵ منٹ۔ سپیکر بہت زیادہ ہیں۔

جناب اعجاز علی خان جتوئی: جی اور ۵ منٹ۔ آپ اتنی مہربان رہی ہیں ۵ منٹ اور دے دیں۔ میڈم چیئرپرسن صاحبہ! اب میں تھوڑی سی تجاویز دیتا ہوں۔ میں آپ کے توسط سے اپیل کرتا ہوں۔ decertralization کا process ایک دم چلایا جائے۔ آئینی طریقہ سے administrative decentralization آئینی decentralization صوبوں کو خودمختاری دی جائے۔ ہمیں پتہ ہے ہم کوئی بچے نہیں۔ سندھ کے اندر اسمبلی کے اندر حکومت کو بہت بڑی دقت ہے۔ کوئی ایک آدمی آئے بڑھ کر confidence لے سکے۔ سندھ کے اندر نیشنل گورنمنٹ تشکیل دی جائے۔ government of national consensus سب پارٹیز کو ملا کر۔ اور ہم ایماندارانہ بات کرنا چاہتے ہیں ہم چاہتے ہیں کہ سندھ میں ایک حل ہو۔ اور ہم چاہتے ہیں کہ سب پارٹیز مل کر ان سے بالکل commitment لے کر قرآن شریف پر ہاتھ رکھ کر آگے بڑھیں کہ آیئے ہم جتنے terrorist ہیں ان کو بھی ختم کریں گے۔ جتنے ڈاکو ہیں ان کو بھی ختم کریں گے جتنے ہتھیار ہیں ان کو بھی ختم کریں گے۔ پھر IJI میں سے ایک گروپ نکل بھی جاتا ہے تو کوئی فرق نہیں پڑتا ہے۔ یہ حل ہوسکتا ہے۔ point of no return نہیں ہے۔ خدارا آپ عقل کا کوئی کام کریں۔ موجودہ اسمبلی میں اگر آپ کے پاس حل نہیں ہے تو آئینی طریقے موجود ہیں۔

Extra-Constitutional Method کی بات نہیں کر رہا ہوں آئینی طریقے بھی موجود ہیں جس سے آپ اسمبلی suspend بھی کرسکتے ہیں اگر واقعی sincere ہیں کہ سندھ کے حالات ٹھیک ہوں تو آپ کو ایک صوبے کی اسمبلی کو dissolve بھی کرنا پڑتا

ہے تو کوئی فرق نہیں پڑتا ہے۔ تین، چار، پانچ چھ مہینے میں نیشنل گورنمنٹ بنا کر آپ اس کو آگے بڑھائیں اور نئے الیکشن کرائیں کیونکہ عوام کے پاس واپس جانے سے ڈرتے ہیں۔ کوئی بھی گروپ آتا ہے۔ کوئی بھی پارٹی آتی ہے اس کو آنے دیں۔ اس وقت new social contract کی بہت اہم ضرورت ہے کیونکہ قوموں کا آپس میں بہت بڑا ٹکراؤ ہے۔ اس ٹکراؤ کی فضا میں controversial منصوبے ترک کئے جائیں اور اس ٹکراؤ کی صورت حال میں آپ new social contract دیں اور وزیراعظم صاحب ہم آپ کو اس طرح نہیں چھوڑیں گے۔ ہم بیوقوف نہیں ہیں۔ آپ نے یہ eye wash باقی سب کو دی ہوگی۔ اس کمیشن کا کیا ہوا؟ خود ہی مجرم خود ہی مصنف۔ وہ کمیشن تم نے کیسے بنایا اور وہ کمیشن جو تم نے بنایا اس کا بھی کوئی فیصلہ ابھی تک سامنے نہیں آیا۔ ۵ مہینے گزر گئے۔ چار ہفتے میں کمیشن لانا تھا۔ صدر صاحب اب آپ کو کیوں نظر نہیں آرہا۔ minus three کا چشمہ بھیج دوں؟ جہاں سے پڑھ سکیں کہ کمیشن پانچ ہفتے تک کا جو commitment تھا وہ ابھی تک نہیں آیا اور اس کو بھی آپ نے کیا mandate دیا ہے۔ وہی دیا ہے جو وزیراعظم صاحب دیتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں وزیراعظم صاحب سپریم کورٹ کے اختیار میں یہ moral obligation ہے کہ آپ فوری طور پر مستعفی ہو کر اس کمیشن کے سامنے پیش ہوں اور سپریم کورٹ کے Judges کا penal بنا کر investigation کی جائے۔ آخر میں کافی points رہ گئے ہیں۔ میں جتنا کر سکا۔ میں آپ سب کا شکر گزار ہوں۔

<u>میڈم ڈپٹی چیئرمین</u> : شکریہ! حافظ حسین احمد صاحب۔ جب آپ ماسکو میں تھے ان کی request اس وقت کی ہے۔ اس لئے ان کو priority دینی ہے اس کے بعد آپ کی باری ہے جناب! فصیح صاحب جب آپ ماسکو میں تھے۔ ۲۰ تاریخ کی request ہے آپ تشریف رکھیں۔

## FATEHA

<u>ڈاکٹر محمد ریحان</u> : محترمہ چیئرپرسن صاحبہ! آپ کی توجہ ایک افسوسناک المناک

واقعہ کی طرف میذول کرانا چاہتا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ آپ نے اخبارات میں خود پڑھا ہو گا گزشتہ تین چار دن ہوئے پشاور انجینئرنگ یونیورسٹی میں ایک طالب علم نے خود کشی کر لی یہ یقیناً ایک بڑا قومی المیہ ہے۔ میں اس میں نہیں الجھنا چاہتا کہ وہ کس کا قصور تھا اور کیسے ہوا۔ دراصل بات یہ ہے۔ آج اس ملک میں ہر نوجوان اضطراب میں مبتلا ہے۔ وہ بے چین ہے وہ depressed ہے اس کو ہر طرف اندھیرا نظر آرہا ہے اور یہی وجہ ہے۔ اس کے لئے میں آپ سے request کرتا ہوں کہ ہم فاتحہ خوانی کریں۔ اور ان کے لواحقین رشتہ داروں اور غم زدہ خاندان کے ساتھ اظہار ہمدردی کریں۔ اور میں اس فلور پر حکومت کی توجہ میذول کرنا چاہتا ہوں کہ ہمیں نوجوانوں کے مسائل کی طرف مکمل توجہ دینی چاہیئے۔ آج جو وہ depressed ہیں۔ کیونکہ یہ تو ہمارا مستقبل ہیں۔ خدانخواستہ ہمارا مستقبل......

میڈم ڈپٹی چیئرمین : ڈاکٹر صاحب! جس وقت ہاؤس شروع ہوا تھا آپ اس وقت لے آتے۔

ڈاکٹر محمد ریحان : فی الحال ان کے لئے فاتحہ خوانی کی جائے۔ میری یہ گزارش ہے۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : حافظ حسین احمد صاحب۔ آپ فاتحہ خوانی کرا دیں۔ لیکن آئندہ آپ نے ایشو اٹھانا ہے جس وقت ہاؤس شروع ہوتا ہے۔ اس کے بعد کارروائی میں مداخلت نہیں ہونی چاہیئے۔

(فاتحہ خوانی کی گئی)

میڈم ڈپٹی چیئرمین : جناب حافظ حسین احمد صاحب۔

سید فصیح اقبال : پوائنٹ آف آرڈر۔ محترمہ چیئرمین صاحبہ! آپ اس دن شاید تشریف نہیں رکھتی تھیں۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : یہ پہلے کی بات ہے۔ آپ ماسکو میں تھے۔

سید فصیح اقبال : ان کی باری آئی تھی انہوں نے اپنا ٹائم دوسرے کو دیا تھا۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : وہ پرسوں کی بات ہے۔ اس سے پہلے کی request ہے۔

سید فصیح اقبال : ان کو جب اپنی باری ملی تو انہوں نے اپنا ٹائم جتوئی صاحب کی درخواست پر دے دیا بلکہ اس دن جتوئی صاحب نے یہ تاثر دیا تھا......

میڈم ڈپٹی چیئرمین : ان دونوں کے نام اسی دن کے ہیں۔ یہ ان دنوں کی request ۲۰ تاریخ سے ہے۔ جناب فصیح اقبال صاحب آپ تشریف رکھیں۔

(مداخلت)

میاں عالم علی لالیکا : محترمہ! یہ حقیقت نہیں ہے پہلے باری حافظ حسین احمد صاحب کی تھی انہوں نے جتوئی صاحب کے حق میں دستبرداری دے دی۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : یہ آگے پیچھے دونوں کی request تھی۔ حافظ حسین صاحب نے پہلے بولنا تھا۔ ان کے بعد جتوئی صاحب۔

میاں عالم علی لالیکا : حافظ حسین احمد صاحب کے بعد سید فصیح اقبال صاحب کا نمبر ہے۔ اس کے بعد محمد ابراہیم صاحب کا نمبر ہے۔ اور اس کے بعد محترمہ میرا نمبر ہے۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : آپ بات سنیں۔ یہ ۲۰ تاریخ کی دونوں کی ٹائپ شدہ request تھی۔ پہلے فصیح صاحب جب ماسکو میں تھے آپ اس دن موجود نہیں تھے ان کی request تھی تو ان کو پھر یہ priority دے دی گئی ہے۔ ہر ایک کی کوئی مجبوری ہوتی ہے۔ کل آپ کو بھی کچھ ہو سکتی ہے۔ اس لئے ان کو یہ priority دی گئی ہے۔ حافظ حسین احمد صاحب کے بعد پھر فصیح اقبال پھر محمد ابراہیم صاحب۔ پھر لالیکا صاحب۔ جناب حافظ حسین احمد صاحب۔ فصیح صاحب آپ بھی صبر کریں آپ اس طرح کبھی priority لے لیتے ہیں۔ حافظ حسین احمد صاحب۔

FURTHER DISCUSSION ON THE PRESIDENT'S ADDRESS

حافظ حسین احمد : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ محترمہ میں آپ کا اور فصیح صاحب کا مشکور ہوں۔ آج ہم آئینی طور پر صدر مملکت جناب غلام اسحاق صاحب کی ایک لکھی ہوئی تقریر پر زبانی تقریر کر رہے ہیں۔ محترمہ! یہ ان کا تیسرا خطاب تھا لیکن حیرت انگیز بات ہے

کہ صدر وہی ہے۔ خطاب تیسرا اور اسمبلیاں دو ہیں۔ رولنگ پارٹی مختلف ہے۔ پچھلی بار جب صدر مملکت اسی مشترکہ پارلیمنٹ کے اجلاس سے خطاب فرمارہے تھے تو اس وقت حکومت کسی اور پارٹی کی تھی اور صدر مملکت صاحب اس پارٹی کے تعریف اور محاسن بیان کر رہے تھے اور اپنے خطاب کے چھ ہی دن بعد صدر صاحب نے خود اپنی تعریف و توصیف سے نوازی گئی حکومت کو کان پکڑ کر نکال دیا۔ لوگوں نے کہا کہ یہ ایک آئینی حق تھا۔ میں گزارش کروں گا دو چار دن پہلے تک صدر پاکستان یہی بات دوہراتے رہے ہیں کہ اس حکومت کو اور اس قومی اسمبلی کو اپنی مدت پوری کر دینی چاہیئے جس طرح وہ آج کل بھی یہی فرمارہے ہیں۔ میں اپنے IJI کے ساتھیوں کو مشورہ دوں گا وہ پیپلز پارٹی کے اس انجام سے سبق سیکھیں اور ذرا احتیاط سے چلیں۔ محترمہ! اصل مسئلہ کیا ہے بار بار قومی اسمبلی کا ٹوٹنا بار بار مارشل لاء کا آنا، بار بار فوج کو دعوت دینا، بار بار فوج کو زبردستی بلانا۔ منت سماجت کر کے انہیں اقتدار، کرسی، میز اور ٹیبل وغیرہ پیش کرنا آخر یہ ہے کیا؟ محترمہ! میں اس بارے میں گزارش کروں گا کہ بد قسمتی سے قیام پاکستان کے بعد بانی پاکستان کے انتقال کے بعد ایک طرف تو ملک سرزمین بے آئین رہا۔ اس وقت کسی کو یہ خیال نہ ہوا ایک نظریاتی ملک ہم نے حاصل کیا ہے اس کے لئے کوئی بنیاد، کوئی foundation کوئی آئین بنایا جائے۔ جس کے مطابق اس نوزائیدہ آزاد شدہ ملک کو چلایا جائے تاکہ یہ مستقبل میں ایک نظریاتی ملک ثابت ہو سکے۔ وہاں تو نعرہ کچھ اور تھا لیکن عزائم اور نیتیں کچھ اور تھیں۔ جو بھی اقتدار کی کرسی پر متمکن ہوا سب سے پہلے اس نے کوشش یہ کی کہ اس کے اختیارات میں کس طریقے سے زیادتی ہو سکتی ہے۔ کس طریقے سے اضافہ کیا جا سکتا ہے اور پھر ان اختیارات میں اضافے کے لئے ہر جائز آئینی اور غیر آئینی طریقے کو اپنانے کی کوشش کی گئی۔ ظاہر ہے ایک آئین ہے۔ ایک دستور ہے۔ چاہے ۵۶ء کا دستور ہو اس دستور میں اس آئین میں کوئی حد مقرر ہے۔ اس کے مطابق آپ کو اختیارات حاصل ہوں گے۔ آپ کو پارلیمنٹ کے سامنے جواب دہ ہونا ہو گا آپ کو قوم کے سامنے جواب دینا ہو گا۔ لیکن جب آئین

ہمارے اختیارات کی ہوس کو پورا کرتے میں ناکام رہتا ہے تو محترمہ! پھر ہم ان اداروں کی طرف دیکھنے لگتے ہیں، ان اداروں کی طرف جھانکنے لگتے ہیں، ان لوگوں سے دوستیاں بڑھاتے ہیں، ان لوگوں کو اپنے پاس بلاتے ہیں اور ان لوگوں کو offers کرتے ہیں کہ جناب اس آئین میں ہمارے اختیارات کو اتنی وسعت نہیں ہے۔ اس سے بڑھ کر آپ آئیے تاکہ ہم آپ کے زیر شفقت رہیں اور آپ کے اختیارات ہمیں حاصل ہو سکیں۔ محترمہ! بالکل واضح بات ہے کہ جب ملک کا آئین بنا، دو قدم بھی نہیں چلا تھا اس وقت پھر فوجی بوٹوں کی آواز اس نوزائیدہ ملک میں سنائی دی گئی۔ وجہ کیا تھی؟ وہ اختیارات کو civil law سے جب اختیارات حاصل نہیں ہوتے تو پھر اس کے لئے مارشل لاء کا سہارا لیا گیا۔ اور تمام تر اختیارات کو ایک فرد واحد نے اپنے لئے مرتکز کرنے کی کوشش کی۔ اور مسئلہ یہ نہیں تھا کہ جناب ایک ایسا مسئلہ ہے کہ فوجی مارشل لاء لگتا ہے حالات سنور جاتے ہیں مسئلہ long term کا تھا اور مسئلہ یہ تھا کہ فوجی مارشل لاء کے ذریعے اپنے آپ کو مستحکم کیا جائے۔ فرد واحد کی حکومت قائم کی جائے۔ اور ایک one party نہیں بلکہ ون خاندان گورنمنٹ قائم کی جائے۔ one family government قائم کی جائے۔ محترمہ! اس کے لئے اگر ایوب خان آئے اگر ان کے خاندان میں سے کوئی اور کوشش کرے میں نہیں سمجھتا ہوں کہ ایک ہی کے پاس ہو گی۔ میں یہی گزارش کروں گا، لیکن دیکھیئے سب سے پہلے اختیارات کو حاصل کیا جاتا ہے اور پھر ان فوجی اختیارات کو، مارشل لاء کے اختیارات کو، ان وسیع تر اختیارات کو سول انداز میں اپنے لئے عمر بھر کے لئے الاٹمنٹ کی جاتی ہے۔ جناب! یہی کچھ ہوتا رہا ہے۔ صدر ایوب آئے۔ فیلڈ مارشل تھے فوجی اختیارات تھے ان کے پاس۔ لیکن پھر ان اختیارات کو اپنے لئے مختص کرنے کے لئے انہوں نے جو طریقہ اپنایا وہ ایک نیا طریقہ تھا۔ وہ بی ڈی سسٹم کا طریقہ تھا۔ اسے جمہوریت کا نام دیا گیا۔ لیکن تھا جمہوریت، اصل مسئلہ صرف ان اختیارات کو اپنے لئے اور اپنی ذات کے لئے مختص کرنا تھا۔ محترمہ! ہم سمجھتے ہیں اس کے بعد یہ طویل مارشل لاء۔ لیکن عجیب بات ہے کہ جو بھی مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر

آ ئے۔ جو بھی فوجی اختیارات کو civilization کی طرف لے جائے اور اس پر قابض ہو اور، میں اقبال احمد خان سے معذرت کے ساتھ، وہ مسلم لیگ کا صدر بن جاتا ہے۔ عجیب بات ہے کہ جو بھی بھولا بھٹکا کہیں سے بھی آئے جس کا کوئی مکان نہ ہو وہ پکڑ لیتے ہیں۔ جیسے ہی یوں معلوم ہوتا ہے کہ مسلم لیگیوں کو تلاش ہے کسی ایسے آدمی کی، کہ وہ ڈھونڈتے پھرتے ہیں کہ کوئی بھی جہاں سے آئے جہاں سے بھی آئے، اور اسے اٹھا کر......

ڈاکٹر بشارت الٰہی : صدر کی تقریر پر بات کریں۔ مسلم لیگ کی کیوں انہیں تکلیف ہو رہی ہے۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : حافظ صاحب! صدر کی بات کریں۔

حافظ حسین احمد: جناب انہیں تو تب تکلیف ہو گی جب میں جنرل ضیاء الحق کی بات کروں گا۔

(مداخلت)

اخونزادہ بہرہ ور سعید : جناب! میں حافظ صاحب کو یاد دلاتا ہوں۔ کہ حضور ذرا اپنی پالیسی پہ نظر ثانی کیجئے۔ یہاں آپ اپوزیشن میں ہیں وہاں آپ گورنمنٹ میں ہیں یہ dual capacity کیسی ہے؟

میڈم ڈپٹی چیئرمین : تشریف رکھیں جی۔ جناب حافظ صاحب! صدر کی تقریر پر بات کریں۔

حافظ حسین احمد: جناب! ڈاکٹر بشارت الٰہی صاحب میرے انتہائی محترم ہیں آپ ذرا کنٹرول کریں۔ میں جنرل ضیاء الحق کی طرف بھی آ رہا ہوں۔

(مداخلت)

ذرا صبر کریں......

میں یہ گزارش کر رہا تھا کہ اس کا منصوبہ بنایا گیا اور وہ صدر بنے۔ کسی بھی سیاسی پارٹی کے۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ بی ڈی سسٹم کی بیساکھیوں کا سہارا لیا گیا اور اسے آپ یہ کہیں

گے کہ جمہوریت کا ڈھونگ رچایا گیا۔ اور ون یونٹ قائم کی گئی۔ جناب آج جو ہے اور جو پاکستان محمد علی جناح نے آپ کو بنا کر دیا تھا اگر آپ کی غلط پالیسیاں نہ ہوتیں۔ آج آپ دنیا کے جغرافیہ کو اٹھا کر دیکھیں آج وہ پاکستان آپ کے ساتھ نہیں ہے جس کے آپ کہتے ہیں کہ ہم خالق ہیں۔ اگر آپ پالیسیوں پر کل تنقید برداشت کرتے ہیں اگر اس دور میں مارشل لاء نہ لگتا تو یقیناً آج پاکستان چھوٹا نہ ہوتا۔ بلکہ آج پاکستان بہت بڑا ہوتا۔ اور آج جو جمہوریائیں آزاد ہو رہی ہیں وہ آج پاکستان میں ہوتیں۔ آپ عجیب بات کر رہے ہیں۔ میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ آج بھی یہ ایک طریقہ چلا آرہا ہے۔ جناب! اختیارات کو وسیع کرنے کا۔ جناب مارشل لاء لگا، مارشل لاء کے بعد کبھی بھی ایسا نہیں ہے، آپ کو غصہ آرہا ہے۔ میں کہتا ہوں اس کے بعد بھی اگر آپ تاریخ اٹھا کر دیکھیں ہم بھی مجرم ہیں۔ آپ بھی مجرم ہیں۔ اور سیاستدان بھی مجرم ہیں۔ آپ اس تاریخ کا جھٹلا نہیں سکتے۔ اگر کل پاکستان کو مؤرخ تاریخ لکھے گا اس میں ایسے لوگ بھی آئیں گے جو اپنے آپ کو جمہوریت کے چیمپئن کہتے ہیں۔ جو اپنے آپ کو سب سے بڑا ڈیموکریٹک کہتے ہیں۔ لیکن ان کا کردار جب عوام کے سامنے کرتے ہیں۔ جناب! ہم سب سمجھتے ہیں اگر ایوب خان نے بی ڈی سسٹم کا سہارا لیا تھا تو جناب ذوالفقار علی بھٹو مرحوم نے بھی تو سول مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر بن کر اسی اختیارات کا۔ میں بات کر رہا تھا کہ اختیارات کے ذریعے اگر آپ کو دستور کے ذریعے، اگر آپ کو آئین کے ذریعے اختیارات نہیں ملتے۔ تو محترمہ! پھر اس کے لئے دوسرا دروازہ ہے۔

اس آئین کو کیا کہا گیا دو ورقوں کا، گھن کا، کیا کیا کچھ کہا گیا اس آئین کو۔ لیکن اس آئین کو اس لئے نظر انداز کیا گیا کہ ان کا ذہن اس میں دیئے گئے اختیارات کو قبول نہیں کرتا تھا۔ میں یہی کہہ رہا ہوں کہ جناب اس کے بعد اگر جمہوریت بحال بھی ہوئی، تو ۷۰ء کے الیکشن کے بعد۔ اور میں گزارش یہی کروں گا کہ اس وقت بھی سول مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر بنا۔ میں اس کی قطعاً تائید نہیں کروں گا۔ میں ایک سیاسی ورکر ہوں۔ اگر میں نے

بھی غلط فیصلے کئے ہیں۔ میں ان غلط فہمیوں کا اعتراف کرنا اپنی خوش قسمتی سمجھتا ہوں۔ یقیناً محترمہ! ہم یہ سمجھتے ہیں کہ آج بھی یہی صورتحال ہے کہ جنرل ضیاء الحق مرحوم آئے مارشل لاء تھا۔ قومی اتحاد کی ایک تحریک تھی۔ عوام سڑکوں پہ نکلے تھے۔ لیکن اگر مارشل لاء آیا حالات کو نارمل کرنے کے لئے، نوے دن میں الیکشن کرانے کا وعدہ لے کر آئے تھے۔ تو آخر مسئلہ یہ نہیں تھا کہ حالات کو پرسکون کرنا تھا کہ الیکشن کروانا ہے۔ مسئلہ یہ تھا کہ اس موقع سے یہ جو صورت حال ہے عوام سڑکوں پہ نکلے ہیں اس کو بہانہ بنا کر ایک بار پھر تمام اختیارات کو اپنے لئے محدود رکھنا ہے۔ آئین کو بالائے طاق رکھا گیا اور معطل کیا گیا۔ قوم سے وعدہ کیا گیا کہ ۹۰ دن میں الیکشن کرائے جائیں گے۔ لیکن الیکشن نہیں ہوئے۔

میں ریفرنڈم کی طرف آتا ہوں میں بتاتا ہوں کہ ریفرنڈم کیا تھا؟ ان اختیارات کو آئینی شکل دینا ان اختیارات کو اس پاکستان کے مظلوم اور غریب عوام کے لئے قابل قبول بنانا تھا اس کے لئے ریفرنڈم کا ڈھونگ رچایا گیا۔ اور ریفرنڈم کے الفاظ کیا تھے؟ کہ کیا آپ اسلام چاہتے ہیں۔ اگر آپ اسلام چاہتے ہیں تو آپ مجھے ووٹ دے دیں۔ آج مجھے آپ غدار کہہ رہے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ ریفرنڈم کا announce کرنا ہی نظریہ پاکستان سے غداری تھا۔ کیونکہ اگر ۴۷ء میں اسلام کے نام پر ملک بنا تھا۔ تو پھر اس اسلام کے نام پر بنے ہوئے ملک میں اس بات پر ریفرنڈم کرانا کہ کیا آپ اسلام چاہتے ہیں یا نہیں چاہتے۔ آپ مجھے خدارا بتائیں کہ انصاف کریں کہیں بھی جا کر، کسی عدالت میں جا کر، کہ میں غدار ہوں۔ یا جو اتنے سالوں کے بعد کہتا ہے کہ جناب اگر آپ اسلام چاہتے ہیں تو پھر آپ مجھے ووٹ دیں۔ اور پھر اس ملک میں، اسی ملک میں کہا گیا کہ سیاسی جماعتوں کا وجود نہیں۔ غیر جماعتی الیکشن ہوا۔ مسئلہ کیا تھا۔ مسئلہ یہ تھا کہ اختیار اس کے اپنے ہاتھ میں رہیں۔ مارشل لاء کے ذریعے نہیں۔ لیکن مارشل لاء کو ہٹانے کے بعد بھی اختیارات جنرل ضیاء الحق کے ساتھ رہے۔ پھر بھی اس کے ہاتھ مضبوط رہے۔ غیر جماعتی الیکشن کرائے گئے۔ غیر جماعتی

الیکشن کے بعد غیر جماعتی ایوان بنائے گئے۔ کہا گیا اسلام میں، قانون میں جماعتوں کی گنجائش نہیں ہے۔ لیکن اس قول پر پھر وہ ثابت رہے۔ پھر انہوں نے اس غیر جماعتی ایوان کو جماعتی بنایا۔ میں معذرت کے ساتھ ڈاکٹر صاحب عرض کروں گا، پھر بھی وہ جماعت کون تھی؟ مسلم لیگ تھی۔ یعنی ایک ایسا پرزہ ہے جو ہر جگہ fit ہو جاتا ہے۔

اخونزادہ بہرہ ور سعید : جناب! ذرا ایک اجازت دیجئے۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : بہرہ ور سعید صاحب! اس طرح یہ آپ interruption جاری رکھیں گے۔ بہرہ وہ سعید صاحب! یہ پہلے decide ہوا تھا۔

اخونزادہ بہرہ ور سعید : جناب! اس کی relevancy کیا ہے اور میں انہیں یاد دلاؤں۔ مولانا ظفر علی خان کا ایک شعر ان کے متعلق ہے۔

کانگریسی مولیوں کو کیا پوچھتے ہیں کیا ہیں

(مداخلت)

میڈم ڈپٹی چیئرمین : بہرہ ور سعید صاحب! سب سے زیادہ disturbance آپ لوگ نہ ڈالیں۔ یہ پہلے decide ہوا ہے کہ تقاریر کے دوران کوئی مداخلت نہیں ہو گی۔

اخونزادہ بہرہ ور سعید : جناب! یہ irrelevancy نہ کریں۔ ان کو مسلم لیگ پر حملہ کرنے کا حق یہاں نہیں پہنچتا۔ ٹھیک ہے مسلم لیگ نے آپ کو نقصان پہنچایا ہے۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : حافظ حسین احمد صاحب! آپ صدارتی خطاب پر بات کریں۔ ذاتی حملوں پر نہ آئیں۔

(مداخلت)

اخونزادہ بہرہ ور سعید : مسلم لیگ نے ان کو دکھ پہنچایا ہے۔ ہندوستان کو تقسیم کیا ہے۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : بہرہ ور سعید صاحب! آپ تشریف رکھیں۔ جناب عبد اللہ شاہ صاحب بہرہ ور سعید صاحب آپ تشریف رکھیں۔ آپ تو بہت Senior Parliamentarians

ہیں۔حافظ حسین احمد صاحب۔

حافظ حسین احمد : شکریہ محترمہ! میں کچھ حقائق بیان کر رہا تھا۔ حقائق تلف ہوتے ہیں۔ میں کہہ رہا ہوں کہ اگر غیر جماعتی ایوان بنا غیر جماعتی ایوان میں اگر الیکشن سے پہلے جماعتوں کا وجود غیر آئینی تھا۔ غیر اسلامی تھا۔ پھر یہ کہاں کا انصاف ہے کہ آپ غیر جماعتی الیکشن کرا کر اور تمام کے تمام ممبر ایک جماعت کی گود میں ڈال دیں۔ایک جماعت کے کھاتے میں ڈال دیں۔ایک جماعت کے اکاؤنٹ میں۔ میں یہ پوچھ رہا ہوں کہ وہ جماعت کون سی ہے۔

(مداخلت)

اخونزادہ بہرہ ور سعید : میں یہ پوچھتا ہوں کہ ملک کس نے توڑا۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : بہرہ ور سعید صاحب آپ تشریف رکھیں۔ جناب حافظ حسین احمد صاحب۔

حافظ حسین احمد : جی محترمہ شکریہ !گزارش یہ ہے۔ میں معذرت خواہ ہوں میں کوشش کروں گا کہ ایسے جملے کہوں جو آپ برداشت کر سکیں۔ میں گزارش کروں گا محترمہ کہ اس کے بعد غیر جماعتی ایوان سجایا گیا۔ لیکن بہرہ ور سعید آپ ایک منٹ ٹھہریں میں آپ کو بتاتا ہوں۔ جونیجو صاحب، مظلوم ترین سیاسی شخصیت، اس بیچارے کو سندھڑی سے اٹھا کر وزیر اعظم بنایا گیا۔ میں پوچھتا ہوں۔

(مداخلت)

میڈم ڈپٹی چیئرمین :آپ ذاتیات پر نہ آئیں۔

حافظ حسین احمد :آپ انہیں کنٹرول نہیں کر سکتیں۔ آپ ہم پر ناراض ہوتی ہیں۔

(مداخلت)

میڈم ڈپٹی چیئرمین :حافظ حسین احمد صاحب! آپ chair کو ایڈریس کریں اور اپنی speech جاری رکھیں۔

(مداخلت)

اخونزادہ بہرہ ور سعید : مسلم لیگ نے انہیں پاکستان لے کر دیا۔

(مداخلت)

میڈم ڈپٹی چیئرمین : بہرہ ور سعید صاحب! آپ کی باری آئے گی تو آپ اپنی speech میں جو کہنا چاہیں کہیں۔ آپ تشریف رکھیں۔ جناب حافظ حسین احمد صاحب! آپ اپنی تقریر جاری رکھیں۔

حافظ حسین احمد : اچھا محترمہ! میں گزارش کر رہا تھا کہ جونیجو صاحب، ہمارے انتہائی محترم ہیں۔ مسلم لیگ کے صدر ہیں۔ ان کو اٹھا کو جنرل ضیاء الحق صاحب نے اس ایوان کا قائد بنوایا۔ اور میرے خیال سے اسی کیفے ٹیریا میں۔

(مداخلت)

حافظ حسین احمد : محترمہ! جونیجو صاحب کو بلا کر، ان سے درخواست کر کے، ان کے پاؤں پڑ کر انہیں بلایا اور اس کیفے ٹیریا میں انہیں وزیر اعظم۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : پرسنل attack نہ کریں۔

حافظ حسین احمد : نہیں کر رہا ہوں جی۔ پرسنل attack نہیں کر رہا ہوں۔ وہ آج بھی بیٹھے ہیں۔ آپ دیکھیئے میں یقیناً ایسی بات نہیں کر رہا۔ میں بہت کچھ کہنا چاہتا تھا۔ میں نہیں کہہ رہا ہوں۔ آپ کی وجہ سے میں سمجھتا ہوں۔ کہ انہیں بلایا اور انہیں بلا کر۔

(مداخلت)

میڈم ڈپٹی چیئرمین : پلیز، بہرہ ور سعید صاحب! آپ تشریف رکھیں۔ آپ تو بہت Senior Parliamentarian ہیں، میں کسی اور کو کیا کہوں۔

اخونزادہ بہرہ ور سعید : میں اب سے عرض کروں گا کہ وہ اس کا بھی ذکر کریں کہ ان کے لیڈر کو physically کس نے باہر پھینکا تھا۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : وہ کہہ دیں گے۔ آپ بیٹھ جائیں۔ آپ تشریف رکھیں۔

حافظ حسین احمد : انہیں بھی نہیں چھوڑوں گا پھر۔ تو میں گزارش کر رہا تھا کہ انہیں

وزیر اعظم منتخب کیا گیا۔ ایک جمہوری عمل تھا۔ ٹھیک ہے اس غیر جماعتی الیکشن میں نہیں تھے۔ لیکن میں گزارش کروں گا کہ اس وزیر اعظم کو۔ انہوں نے سوچا کہ یہ انتہائی معصوم ہے۔ انتہائی شریف النفس ہے۔ آہستہ بولتے ہیں۔ نہیں اٹھتے۔ کسی کے ساتھ آنکھیں نہیں اٹھاتے۔ میں مارشل لاء ایڈ منسٹریٹر ویسے کا ویسے رہوں گا۔ سول حکومت بھی ہو گی۔ اختیارات میرے ہوں گے۔ لیکن بد قسمتی کہیئے، ڈاکٹر بشارت سے معذرت کے ساتھ، کہ وہ نرے معصوم نہیں ثابت ہو سکے۔ وہ نرے معصوم ثابت نہیں ہوئے۔ انہوں نے stand لیا۔ یہ آپ کے اوجڑی کیمپ کا مسئلہ آپ حقائق کو کیوں تسلیم نہیں کرتے۔ ہم سمجھتے ہیں۔ مسئلہ تھا اختیارات کا۔ ایک انہوں نے سوچا کہ جونیجو صاحب کو شو پیس بنایا جائے گا۔ اسے وزیر اعظم رکھا جائے گا۔ لیکن اختیارات میرے ہاتھ میں ہوں گے۔ لیکن انہیں قطعاً یہ امید نہیں تھی کہ جونیجو صاحب اس پر سٹینڈ لیں گے۔ جونیجو صاحب افغان ایشو، جینوا ایکارڈ پر تمام سیاسی جماعتوں کو بلائیں گے۔ ان جماعتوں کو جن کو کرش کرنے کی کوشش کی تھی جنرل صاحب نے۔ ان کو ٹیبل پر بلا کر ان کے سامنے خارجہ پالیسی طے کرانے کی کوشش کریں گے۔ اور کر کے کامیاب ہوا۔ میں انہیں خراج تحسین پیش کرتا ہوں۔ لیکن سوال یہ ہے۔ پھر جھگڑا اختیارات کا۔ سب سچ ہے لیکن کچھ آپ کے مفاد میں ہے کچھ آپ کے خلاف ہے۔ لیکن پھر اختیارات کا جھگڑا چلا۔ پھر توازن ڈانوا ڈول ہونے لگا۔ پھر وہ سمجھنے لگے کہ میں کیا کر چکا تھا۔ لمبا term ہے۔ اب کچھ اور کرنا ہے۔ لیکن اب تو جونیجو صاحب آئے۔ تو یہ سب کچھ ہاتھ سے چلا گیا۔ وہی شریف النفس۔ وہی ایماندار۔ وہی وزیر اعظم۔ جسے بلا کر، بقول بہرہ ور سعید صاحب، ان کے ہاتھ پاؤں پر پڑ کر، اسے بلایا تھا وہ اچانک جاپان سے اڑے۔ راستے میں وہ چور ٹھہرے، بد عنوان ٹھہرے، بے ایمان ٹھہرے اور اس اسمبلی کو ختم کر دیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ محترمہ!

اصل مسئلہ کیا تھا۔ اصل مسئلہ، جو المیہ ہے ہمارا۔ وہ یہ ہے کہ ہم اپنے اختیارات کا توازن قائم نہیں رکھ سکتے۔ اور ہم یہ چاہتے ہیں کہ ھل من مزید۔ اور اس میں

bureaucrates کا بھی ہاتھ ہے کہ جونہی کوئی صاحب آتے ہیں۔ کل میں اور لالیکا صاحب MNA تھے۔ اکٹھے۔ اس ایوان میں۔ اب لالیکا صاحب وزیر اطلاعات ہیں۔ اب وہ ٹی وی، ریڈیو، اخبارات وہ آگے پیچھے، سر سلام۔ نیچے اوپر، تصویریں اور ایک آدمی کا دماغ خراب کر دیا۔ اور وہ سوچتا ہے جناب کہ یہ اختیارات مزید بڑھے اور میں بااختیار رہوں۔ اور اس طرح جناب جب اختیارات کی لڑائی چھڑتی ہے، محترمہ! اس میں یہ ہوتا ہے پھر سامنے والے کو thrash کیا جاتا ہے اور ہم یہ سمجھتے ہیں کہ قانون قدرت، اس سے بھی بااختیار ایک نظام اور بھی ہے۔ جس نے ہمیں پیدا کیا۔ انسان کتنا بھی بااختیار ہو پھر کوئی حادثہ پیش آتا ہے کوئی اور مسئلہ پیش آتا ہے اختیارات کی پھر ایک دوڑ ختم ہوتی ہے۔ لیکن اس کے بعد، اللہ تعالیٰ جنرل ضیاء الحق کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔ ان کا انتقال ہوا۔ اور ہم نے بادل خواستہ انتخابات کروائے۔ ہم سمجھتے ہیں۔ ۸۸ء کے انتخابات ہوئے۔

محترمہ! آپ دیکھیئے۔ ۸۸ کے الیکشن ہوتے ہیں۔ پوری قوم ووٹ ڈالتی ہے۔ پوری قوم اپنے نمائندے منتخب کرتی ہے۔ اور عارضی طور پر فیصلہ ہو جاتا ہے لیکن کیا فیصلہ اس بر سی پر ہونا تھا۔ جناب میں معذرت کے ساتھ کہوں گا کہ ہم بھی، بد قسمتی کہیئے یا خوش قسمتی، الیکشن میں قومی اسمبلی کے رکن بنے ہم نے یہاں آکر دیکھا کہ اس فیصلے کے بعد بھی اختیارات کی لڑائی یہاں چھڑی۔ اور یہ کہا گیا کہ کچھ لو اور کچھ دو کی پالیسی اگر اپناؤ گے تو پھر تمہیں اقتدار دیا جائے گا۔ میں ریکارڈ پر لانا چاہتا ہوں کہ جناب کیا صدر مملکت صاحب اور ایک تکون اختیارات کی۔ انہوں نے کیا کوششیں نہیں کیں۔ اور پیپلز پارٹی ویسے عوام کے ووٹ کے حوالے سے برسر اقتدار آئی یا انتخابات کے بعد اختیارات کی تقسیم پر اور دستاویز پر دستخط کرنے کے بعد انہیں اقتدار ملا۔ ان حقائق کو جھٹلایا نہیں جا سکتا۔ اس وقت بھی صورت حال یہ ہے کہ ایک غیر جمہوری سمجھوتہ ہوا۔ وہ انتخابات میں نہیں ہوا۔ وہ عوام کے سامنے نہیں ہوا۔ وہ ان خفیہ جگہوں پر ہوا جہاں ہمارے ہاں تاج پہنائے جاتے ہیں۔ اور جن کو کرسی پیش کی جاتی ہے۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ پاکستان پیپلز پارٹی اور آئی جے آئی

دونوں متفق رہے۔ دونوں کو متفق کیا گیا۔ صدر صاحب کو ووٹ دینے پر دونوں کو متفق تھے دونوں نے اسے تسلیم کیا جو کہ اس بندر بانٹ کے لئے ضروری تھا کہ ہر ایک کو اپنے حصے کے طور پر تسلیم کروایا جاتا تاکہ وہ جو کچھ اسے ملے صبر و شکر کر کے لے اور اس کے بعد پھر اپنی کوشش جاری رکھے جو ہماری سیاسی اور قومی روایت ہے اور محترمہ! اس کنٹریکٹ اور معاہدے کے نتیجے میں محترمہ بینظیر بھٹو صاحبہ وزیر اعظم بنیں اور اس کے بدلے میں انہوں نے جناب غلام اسحاق خان کو صدر کا ووٹ دیا۔ بہر حال جو اصل وقت ہوتا ہے یہاں پر انہوں نے بھی اپنے کوئی resolution منوا لئے اور ہم سمجھتے ہیں کہ ۲۰ ماہ کی حکومت حکمرانی کے دوران پھر ایک بار اختیارات کی رسہ کشی اور اختیارات کا مسئلہ پیش آیا اور یقیناً محترمہ! یہ میں ریکارڈ پر لانا چاہتا ہوں۔ اگر یہ اختیارات کی رسہ کشی جاری رہی تو ۱۹۴۷ء سے اب تک نہیں میں سمجھتا ہوں کہ قیامت تک ہم کسی جمہوری ادارے کو بر قرار نہیں رکھ سکیں گے۔ کسی جمہوری ادارے کا تحفص ممکن نہیں ہو سکے گا۔ کوئی حکومت مستحکم انداز میں عوام کی خدمت نہیں کر سکے گی۔ اور ہم سمجھتے ہیں کہ جناب اس ۲۰ ماہ میں بھی ایک بار پھر اختیارات کا مسئلہ سامنے آیا۔ اور آٹھویں ترمیم کا اختیاراتی ہتھیار ایک بار حرکت میں آیا۔ اور جس ایوان کو اپنے بنائے ہوئے یا منت سماجت کئے ہوئے وزیر اعظم کو جنرل ضیاء الحق نے اس اسمبلی کو توڑ کر اسے معذول کیا۔ اور پھر صدر نے جس وزیر اعظم کو خود بنایا تھا، سودے بازی کر کے، اور اس وزیر اعظم کو خود انہوں نے معزول کیا اور یہ دور چلتا گیا آپ مطمئن رہیں جناب کل ایک بار پھر یہ جمہوری ادارہ شہید ہوا اور میں آپ کی خدمت میں ایک شعر عرض کرتا ہوں

ے ہر کوئی تیشہ بدست آتا ہے　　　　بت کوئی مجھ میں چھپا ہو جیسے

جنرل ضیاء الحق آئے انہوں نے بھی اس تیشے کو استعمال کیا اور غلام اسحاق صاحب بھی آئے انہوں نے بنی ایک بار تو استعمال کیا اور دعا کریں کہ اللہ تعالٰی انہیں مزید توفیق عطانہ فرمائے۔ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ جناب ۲۰ ماہ کی حکومت ...... صدر صاحب نے فرمایا۔

تقریر شروع کی اور اپنی تقریر دلپذیر میں وہ ۲۰ ماہ کو پی گئے۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ پاکستان کی سیاسی تاریخ میں جنرل ضیاء الحق کے طیارے کے حادثے کے بعد ۱۹۹۰ء کے انتخابات تک یہ شاید ان کے بالکل ...... ہوتا ہے۔ کبھی ایسا حادثہ پیش آتا ہے کہ کسی کی تو پوری یادداشت چلی جاتی ہے اور بعض ایسے ہوتے ہیں کہ کہیں ایک طرف سے چوٹ لگتی ہے تو پھر کچھ عرصے کی یادداشت چلی جاتی ہے۔ میں حیران ہوں کہ میں نے بار بار اس کو پڑھا اس میں وہ ۲۰ ماہ کا ذکر تک نہیں۔ میں سمجھتا نہیں ہوں کہ وہ بھول گئے ہیں یا اتنے تلخ ہیں یا انہیں اپنے ضمیر نے ملامت کی ہے کہ شاید وہ ۲۰ ماہ ان کے سودے بازی کی وجہ سے تھے۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ آٹھویں ترمیم کے dinamate کو جس طرح آج کل ایٹم بم کا مسئلہ چل رہا ہے اس کے لئے بھی کوئی پریسلر ترمیم آنی چاہیئے تاکہ اس کو ختم کیا جائے۔ اور میں سمجھتا ہوں جناب کہ اس کے لئے ہارس ٹریڈنگ کا الزام لگایا گیا۔ لیکن اس ایوان میں بھی بات ہوئی۔ ہارس ٹریڈنگ کے خاتمے کے لئے جو آرڈیننس جاری کئے گئے تھے۔ جو قوانین بنائے گئے تھے۔ کیا ایوان نے اسے قبول کیا یا ایوان نے اسے مسترد کیا۔ اگر وہ آرڈیننس lapse ہوتے ہیں اور ایوان میں ان کو نہیں لایا جاتا اور رولنگ پارٹی بھی سمجھتی ہے کہ یہ غلط آرڈیننس تھا تو بتایا جائے کہ صدر صاحب پھر اس کی کیا پوزیشن رہ جاتی ہے۔ اس وقت اس ایوان نے اسے مسترد کیا لیکن ہارس ٹریڈنگ کو مستقلاً کس طرح روکا جائے۔ اگر کل ہارس ٹریڈنگ تھی اگر صدر صاحب آپ کل یہ دعویٰ کریں گے کہ اس وقت ہارس ٹریڈنگ نہیں ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ آپ غلط کہہ رہے ہیں لیکن اس ہارس ٹریڈنگ کو مستقلاً کس طرح روکا جائے اس کے لئے ضروری ہے کہ قوم اپنے منتخب حقیقی نمائندوں کو ایوان میں بھیجے۔ حقیقی نمائندے محترمہ! کس طرح ایوان میں پہنچ سکیں گے۔ یہ ایک ہی طریقہ ہے۔ کبھی وہ آئی جے آئی کے ٹکٹ پر۔ اور کبھی پیپلز پارٹی سے ٹکٹ لیتے ہیں۔ اور ہم نے دیکھا ہے۔ جناب! ہمارے منسٹر ہیں۔ ہمارے ساتھی ہیں۔ ہمارے دوست ہیں۔ لیکن پارٹی بھی مجبور ہے۔ ہر پارٹی سمجھتی ہے کہ جناب یہ تو ہر دور کے برساتی مینڈک ہیں۔ لیکن وہ سمجھتے ہیں

کہ جناب اگر ہم انہیں ٹکٹ نہ دیں تو شاید اس سیٹ کو ہم نہ جیت سکیں۔ خدارا اگر واقعی صدر صاحب مخلصانہ طور پر آئینی طور پر ہارس ٹریڈنگ کا خاتمہ چاہتے ہیں تو اس کے لئے میں سمجھتا ہوں کہ ایک مسئلہ ایسا ہے کہ ہم متناسب نمائندگی کی بنیاد پر الیکشن کا فیصلہ کریں متناسب نمائندگی کی بنیاد پر بحمد للہ! ان ادوار میں پاکستان پیپلز پارٹی اور PDA نے بھی غالباً آل پارٹیز کانفرنس میں ہماری قرارداد کی یعنی IJI کی اس قرارداد کی حمایت کی تھی۔ اور انہوں نے اس مسئلے کو تسلیم کیا تھا کہ اس ملک میں اگر ہارس ٹریڈنگ کو روکنا ہے اور جمہوری اداروں میں عوام کے صحیح نمائندوں کو پہنچانے کی راہ ہموار کرنی ہے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ ہم لوگ متناسب نمائندگی کی طرف چلیں۔ ظاہر ہے۔ محترمہ! اگر کوئی نمائندہ ٹکٹ خریدتا ہے۔ اس پر پیسے خرچ کرتا ہے۔ الیکشن میں وہ کروڑوں روپے خرچ کرتا ہے۔ تو میں تمہیں سمجھتا کہ ہم دیکھ رہے ہیں۔ سب کے سامنے پارٹیاں بھی دیکھ رہی ہیں۔ کہ یہ نمائندہ اتنے پیسے اس میں لگا رہا ہے۔ یہ کاروبار ہے۔ لیکن اگر وہ شخص پیسے لگا کر، کروڑوں روپے لگا کر، وہ کامیاب ہوتا ہے۔ تو محترمہ! پھر اس ممبر کو بکنے سے دنیا کی کوئی طاقت نہیں روک سکتی۔ اس لئے ہماری گزارش یہ ہے کہ ہمارے محترم سیاسی قائدین، سیاسی جماعتیں موجود ہیں۔ وہ آخر سوچیں کہ اگر ہم سیاست کو پاک صاف رکھنا ہے۔ اگر ہم نے ایوان میں پارٹی کے صحیح نمائندوں کو پہنچانا ہے اور اگر ہم نے ان نمائندوں کو بلیک میل میں نہیں آنا ہے۔ تو اس کے لئے ضروری ہے کہ متناسب نمائندگی کی طرف توجہ دی جائے۔ لیکن ہم سمجھتے ہیں کہ جناب اس موقع پر اس وقت تک ہم اختیارات میں توازن پیدا نہیں کر سکتے جب تک اس ترازو کو، اس باٹ کو، اس پیمانے کو، اس آلے کو، متوازن نہیں رکھیں گے۔

بد قسمتی یہ ہے کہ ہمارے ملک میں ایک تکون رہی ہے اور اس تکون کے تینوں کونوں پر جو پاٹ ہے۔ جو عناصر ہیں، ان کو اگر ہم بدلتے ہیں تو پھر جمہوریت کا توازن بگڑ جاتا ہے۔ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ جناب اس وقت میری رائے یہ ہے کہ اگر ان جمہوری اداروں کو آپ

نے بر قرار رکھنا ہے اور اس کے لئے اس تکون میں جو آپ نے فٹ کرنے ہیں اس میں میرے ذہن کے مطابق صدر، اپوزیشن اور وزیراعظم آتے ہیں۔ لیکن اگر آپ اس تکون میں کسی ایک کو ہٹا کر کسی اور کو مدعو کرتے ہیں، کسی اور کو لاتے ہیں۔ اور اس تکون کو بدلنا چاہتے ہیں تو یقین جانیئے کہ پھر یہ جمہوری ادارے اور اس کا توازن بر قرار نہیں رہ سکے گا۔ میں سمجھتا ہوں کہ جو میرے سیاسی رہنما ہیں وہ اس بات کو سمجھیں گے کہ اس وقت جو صورتحال ہے، جو رسہ کشی ہے، جو کھینچا تانی ہے، اس کے کیا اثرات ہیں۔ وہ کیا داخلی سطح پر ہمارے اوپر، ہمارے اداروں پر، ہماری جمہوریت پر، ہمارے مستقبل پر کیا اثرات مرتب کریں گے۔ کیا وہ ہمارے مقاصد ہیں؟ کیا وہ ہمارا مفادات ہیں؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ ہم جنہیں اپنے مقاصد اور اپنا اختیار اور اپنا مفاد سمجھتے ہیں۔ محترمہ! یہ ہمارا مفاد نہ ہو، یہ ہمارا اختیار نہ ہو، یہ کہیں امریکی سامراج کا مفاد نہ ہو، یہ کہیں امریکی نیو ورلڈ کے لئے راہ ہموار کرنے کی بات نہ ہو، ہم سمجھتے ہیں کہ

ہر شاخ پہ الو بیٹھا ہے انجام گلستان کیا ہو گا

اس گلستان کو ہم نے بچانا ہے۔ اس کو آگے بڑھانا ہے۔ محترمہ! میں سمجھتا ہوں کہ صدر محترم جناب غلام اسحاق خان صاحب نے یادش خیر شریعت کی بات کی اور انہوں نے میرے خیال میں تکلیف کیا۔ انتہائی تکلیف کیا کہ انہوں نے اپنے اس خطاب میں اس مسئلے کو بھی لیا۔ یا میں سمجھتا ہوں کہ انہوں نے رسماً یہ بات کی۔

محترمہ! ہم سمجھتے ہیں صدر صاحب نے اپنے خطاب میں جو کریڈٹ IJI کی حکومت کو دیا ہے اس میں انہوں نے یہ کہا ہے کہ انہوں نے بل منظور کیا وہ اس ایوان کے چیئرمین رہے ہیں ان کے دور میں جو کچھ یہاں ہوتا رہا وہ ان کے علم میں ہے۔ لیکن میں پوچھنا چاہتا ہوں۔ جس کو آپ شریعت بل کہتے ہیں۔ صدر ایمانداری سے بتائیں۔ اپنے دل پر ہاتھ رکھیں۔ صاحب صدر! جس کو آپ شریعت بل کہتے ہیں۔ آپ کا دین اور ایمان اور آپ کا ضمیر اس بات پر مطمئن ہے۔ کہ آیا یہ واقعی شریعت بل تھا۔ کیا انہوں نے اس ایوان کی

تقریریں نہیں سنیں؟انہوں نے بہرہ ور سعید صاحب کی تقریر نہیں سنی۔انہوں نے ڈاکٹر بشارت کی تقریر نہیں سنی۔ انہوں نے اس ایوان میں آئی جے آئی کے نمائندوں کی تقریریں نہیں سنیں۔انہوں نے اس ایوان میں ہمارے دوسرے ارکان کی تقریریں نہیں سنیں۔ ٹھیک ہے جی ہم غیر حاضر تھے لیکن میں بتانا چاہتا ہوں اس کو جناب صدر! آپ شریعت بل نہ کہیں۔ محترمہ!اس کو آپ سودی بل کہیں۔اس کو آپ غیر اسلامی بل کہیں تو پھر ہم ماننے کے لئے تیار ہیں۔ لیکن یہ کسی صورت میں بھی شریعت بل نہیں ہو سکتا۔ آپ کو یاد ہوگا جی۔ حقیقی شریعت بل کہلاتا تھا۔اس کو اس ایوان نے پاس کیا۔اس وقت پیپلز پارٹی کی حکومت تھی۔ ہم اپوزیشن میں تھے۔ لیکن اس دوران IJI کی پارلیمانی پارٹی میں اس فیصلے کو سراہا گیااور قومی اسمبلی کا اجلاس بلانے کے لئے دستخطوں کی مہم جاری کی گئی اور اس میں سب سے دستخط کرائے گئے اور پھر جمع کرایا گیا۔اس لئے کہ جس بل کو بڑی کاوشوں کے بعد، بڑی جدو جہد کے بعد، پیپلز پارٹی جیسے دور حکومت میں آئی جے آئی نے سینٹ سے پاس کرایا تھااس بل کو قومی اسمبلی سے پاس کر کے ایک نظریاتی مسئلے کی جانب پیش رفت کی جاسکے۔ آخر کیا ہوا برسر اقتدار آنے کے بعد۔ ہماری سر جیحات کیوں بدل جاتی ہیں ہم اس وقت تو کوشش کرتے ہیں لیکن ایک بات میں گزارش کروں، ہمارے ساتھی جو آئی جے آئی میں ہیں۔ میں صرف ایک پارٹی کا نام نہیں لیتا لیکن میں صرف گزارش کروں گا......

میڈم ڈپٹی چیئرمین : بہرہ ور سعید صاحب! تشریف رکھیں۔ نو پوائنٹ آف آرڈر۔ بہرہ ور سعید تشریف رکھیں۔ نو پوائنٹ آف آرڈر۔ بہرہ ور سعید صاحب۔ بیٹھ جائیں تشریف رکھیں۔ جناب حافظ حسین احمد صاحب۔ جناب بہرہ ور سعید صاحب بیٹھ جاؤ please تشریف رکھیں۔

حافظ حسین احمد : یہی ایک ملا ہے جس سے آپ کی......

میڈم ڈپٹی چیئرمین : جناب حافظ حسین احمد صاحب! آپ اپنی تقریر جاری رکھیں۔

حافظ حسین احمد : محترمہ! دیکھیئے میں بات کر رہا تھا......

میڈم ڈپٹی چیئرمین : بس آپ جاری رکھیئے۔ آپ نہ سنیں۔ آپ جاری رکھیں۔

حافظ حسین احمد : وہ نہ سمجھیں۔ میں تو بول رہا ہوں۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : اچھا بولیں جی۔ نہیں آپ بھی غور سے سن لیتے ہیں۔ آپ جاری رکھیں۔

حافظ حسین احمد : میں کہتا ہوں جتنے ممبران نے تقریریں کی ہیں۔ آخر میری ان کی کیا دشمنی ہے۔ محترمہ! میں گزارش کر رہا تھا اگر واقعی جس طرح صدار صاحب فرماتے ہیں کہ واقعی وہ شریعت بل تھا اور اسے آئی جے آئی کی حکومت نے پاس کیا ہے۔ ٹھیک ہے کوئی کہے کہ میں آئی جے آئی میں نہیں ہوں۔

اچھا میں گزارش کرتا ہوں۔ اس بل کے حلاف سب نے یہاں تقریریں کیں اور وہ ریکارڈ پر ہے۔ آج بھی سینٹ کے ریکارڈ پر دیکھیں، قومی اسمبلی کے ریکارڈ پر دیکھیں، ان حقائق کو صدر صاحب آپ اپنی تقریر میں کیسے جھٹلا سکتے ہیں۔ آپ کس طرح کہتے ہیں کہ یہ وہ نظریاتی بل ہے۔ یہ اصل شریعت کا بل ہے یہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نظام کا لایا ہوا بل ہے۔ یہ کس طرح صاحب صدر آپ سے تو یہ توقع نہیں ہے۔ ہم آپ کو بڑے بردبار مسلمان اور راسخ العقیدہ سمجھتے ہیں۔ آپ نے یہ کیسی بات کی۔ شاید کسی اور نے لکھی ہو گی لیکن آپ کو نظر ثانی کرتے وقت یہ سوچنا تھا۔ جس بل کی آپ تعریف کر رہے ہیں وہ یقیناً شریعت بل نہیں ہے۔ وہ غیر شرعی بل تھا۔ جس کی مخالفت ہوئی۔ ہمارے دوست ہیں انہوں نے مخالفت کی۔ اللہ انہیں توفیق بخشا کہ ووٹنگ کے وقت بھی وہ اپنے ان جذبات کا اظہار کرتے۔ بہر حال ہماری دعا ہے کہ یہ آئندہ کے لئے اللہ انہیں وہ طاقت اور قوت عطا فرمائے جو کچھ ان کے دل میں ہے۔ یا باوجود ضبط کے وہ اس ایوان میں کہہ دیتے ہیں اور ووٹنگ کے وقت بھی اللہ انہیں توفیق بخشے کہ اپنے جذبات کے مطابق فیصلہ کریں۔ لیکن میں بتانا چاہتا ہوں اس وقت آئی جے آئی میں جو جماعتیں ہیں ۲۳ اپریل کو

ہمیں اطلاع ملی کہ پاکستان میں مسلمانوں کی تمام مکاتیب فکر پر مشتمل دینی جماعتوں کا ایک اجتماع منصورہ میں منعقد ہوا۔ ہمیں اطلاع دی گئی اور یقیناً کسی بھی دینی مسئلے پر کسی بھی سیاسی مسئلے پر اگر ہمیں کال کی جاتی ہے۔ ہمیں حکم دیا جاتا ہے ہم حاضر ہیں ہم ان کی خدمت میں جائیں گے۔ ہم ان کی خدمت میں پہنچیں گے۔ اور ہم ان کے مشکور ہوں گے اگر وہ ہم سے کوئی رائے لیں اور ہمارا وزن اگر ان کے پلڑے میں پڑے اور یقیناً ان آٹھ دینی جماعتوں اور سیاسی جماعتوں نے جن کے داعی ہم نہیں ہیں ہم نے یہ کال نہیں کی تھی جنہوں نے یہ کال کی تھی ہم مدعو تھے۔ ہمیں انہوں نے دعوت نامہ بھیجا تھا۔ انہوں نے ہمیں حکم دیا تھا۔ ہم ان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ یہ فیصلہ ہے جناب یہ فیصلہ آج میرے ہاتھ میں ہے! آج قوم کو بتایا جائے۔ خدارا آپ کیا کر رہے ہیں۔ اگر آپ ایوان میں بیٹھ کر اس شریعت بل کو جس کی تعریف و توصیف صدر صاحب فرما رہے ہیں جی بڑا کارنامہ ادا کیا ہے۔ آپ کے مسلم لیگ کے ممبران، آپ کے دیگر آئی جے آئی کے ممبران، آپ کے تمام لوگ اس کی مخالفت کرتے ہیں۔ ریکارڈ اس بات پر شاہد ہے اور آپ کی حلیف جماعتیں۔ اس کے خلاف اجلاس منعقد کرتی ہیں اور اس اجلاس میں فیصلہ کیا جاتا ہے۔ متفقہ فیصلہ کیا جاتا ہے۔ یہ تمام وجوہات انہوں نے درج کی ہیں کہ بل میں معاشی نظام کی اصلاح کے لئے جو معیار مقرر کیا گیا ہے اس سے اختلاف ہے۔ آٹھ وجوہات اس میں دی ہیں۔ اگر آپ چاہتی ہیں میں یہ تمام پڑھ کر سناتا ہوں۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : نہیں آپ کاپی دے دیں۔

حافظ حسین احمد : تمام وجوہات کے بعد یہ متفقہ فیصلہ آٹھ دینی سیاسی جماعتیں منصورہ میں ۲۳/اپریل کو کرتی ہیں اور وہ فیصلہ یہ ہے۔ ان وجوہ کی بنا پر یہ اجلاس موجودہ سرکاری شریعت بل کو مسترد کرتا ہے اور مطالبہ کرتا ہے۔ سینٹ کا منظور کردہ پرانا بل قومی اسمبلی اور سینٹ میں پیش کر کے فوری طور پر منظور کر دیا جائے۔ اجلاس نے اس بات کو خاص طور پر نوٹ کیا ہے۔ اسلامی جمہوری اتحاد نے جس بل کو سینٹ میں پاس کر دیا۔ جسے

قومی اسمبلی میں پیش کرنے اور پاس کرانے کے لیے ۶۶ ارکان اسمبلی نے خصوصی اجلاس طلب کرنے کا فیصلہ کیا اور جسے پیپلز پارٹی کی حکومت سے منوانے کے لیے مہم چلائی گئی۔ پھر جس کے بارے میں حالیہ انتخابات میں ہم سے یہ وعدہ کر کے ووٹ لیا گیا۔ جسے سینٹ اور قومی اسمبلی کے پہلے اجلاس میں منظور کرایا جائے گا۔اب حکومت اس سے جان چھڑانے کے درپے ہے۔

دینی جماعتوں کے اس اجتماع کے نزدیک حکومت کا یہ رویہ پاکستان کے مقصد وجود سے پہلو تہی کے مترادف ہے اور بین الاقوامی اسلام دشمن قوتوں corrupt bureaucracy اور سود کے ذریعے استحصال کرنے والی قوتوں کے مفاد میں ہے۔ لہذا یہ اجتماع مطالبہ کرتا ہے کہ پاکستان میں شریعت کے حقیقی نفاذ سے مختلف حربوں کے ذریعے فرار کا رویہ سرک کر کے صدق دل سے۔۔ آخر میں یہ اجلاس قوم سے اپیل کرتا ہے۔ جمعہ ۲۶/ اپریل کے اجتماعات میں قرار داد کے ذریعے اس مطالبے کی تائید و حمایت کی جائے۔ جناب! قوم نے تو حمایت کی آپ قوم کو کال کرتے ہیں۔ آپ قوم کی دینی اور سیاسی جماعتوں کو مدعو کرتے ہیں۔ آپ ان کو بلاتے ہیں اور سب کو بیٹھا کر ایک متفقہ فیصلہ دیتے ہیں۔

میڈیم ڈپٹی چیئرمین : آپ تقریر جاری رکھیں یہ کاپی آپ مجھے دے دیں۔

حافظ حسین احمد: کاپی نہیں میں نام پڑھوں گا بڑے متبرک اشخاص کے نام ہیں

(مداخلت)

میڈم ڈپٹی چیئرمین: یہ آپ دے دیں۔ان کے نام آپ چھوڑ دیں۔

حافظ حسین احمد : وہ آپ کو تسلیم نہیں کرتے۔ آپ انہیں تسلیم نہیں کرتے۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین: آپ کاپی دے دیں۔ آپ نام وغیرہ چھوڑ دیں۔ آپ کاپی دے دیں۔

حافظ حسین احمد : کس طرح چھوڑ دیں۔ میرا حق بنتا ہے۔ نمبر ا مولانا محمد عبدالستار

خان نیازی صدر جمعیت العلمائے پاکستان۔ سید علی غفور قراروی۔ آغا مرتضیٰ پویا صاحب یہ جو آئی جے آئی میں ہیں ان کے نام میں لے رہا ہوں قاضی عبد الطیف صاحب جو اسلامی نظریاتی کونسل کے رکن ہیں۔ مولانا سیف الدین صاحب۔ بعد الرؤف ملک صاحب۔ جناب قاضی حسین احمد۔ امیر جماعت اسلامی پاکستان، پروفیسر غفور احمد صاحب، نائب امیر جماعت اسلامی، مولانا جان محمد عباسی صاحب، نائب امیر جماعت اسلامی پاکستان، مولانا گوہر الرحمٰن صاحب جماعت اسلامی پاکستان، مولانا عبد المالک صاحب، جماعت اسلامی پاکستان، مولانا چوہدری رحمت الٰہی صاحب نائب امیر جماعت اسلامی پاکستان، مولانا عبد الحق بلوچ صاحب جماعت اسلامی پاکستان، جناب لیاقت بلوچ صاحب جماعت اسلامی پاکستان، علامہ ساجد علی نقوی تحریک نفاذ فقہ جعفریہ۔ جاری کردہ شعبہ نشر و اشاعت، جماعت اسلامی پاکستان محترمہ! میں یہ گزارش کر رہا ہوں۔ یہ وہ ہے جس کو پریس میں جاری کیا گیا۔ اب میں چیلنج کرتا ہوں اگر اس کے بعد جو ۸ چیزیں ہیں، ۸ وجوہات ہیں۔ جس کی بنیاد پر ۸ دینی جماعتوں نے اس بل کو مسترد کر دیا تھا اور یہ کہا تھا کہ صاحب، اس میں سود کو تحفظ فراہم کیا گیا ہے اور یہ غیر معینہ مدت کے لئے ہے۔ چوہدری امیر حسین صاحب بقید حیات ہیں اس وقت، وہ تشریف لائے تھے، اور انہوں نے کہا کہ جناب سودی نظام کے لئے آپ ہمیں تین سال کی مہلت دیں۔ ہم نے کہا جناب کہ ہم پر وحی نازل نہیں ہوتی۔ ہم اس پوزیشن میں نہیں ہیں کہ اس بارے میں کوئی بات کر سکیں اور ہم آپ کو تین سال کی کس طرح مدت دیں۔ ہم تو ایک لمحہ کی بھی مدت نہیں دے سکتے۔ چوہدری صاحب پھر تشریف لائے اور انہوں نے کہا کہ حافظ صاحب آپ ہمیں ۱۸ ماہ کی مہلت دیں لیکن ہم نے اس سے بھی انکار کیا۔ یہ بل جس کی تعریف صدر صاحب۔ آپ نے اپنی تقریر میں فرمائی ہے کہ اس میں تو لکھا ہوا ہے کہ جب تک اسلامی نظام معیشت مکمل طور پر نافذ العمل نہیں ہوگا، پرانے طریقہ کار اور سودی نظام جاری رہے گا۔ محترم! میں سمجھتا ہوں کہ اس بل کو جو پاس کیا گیا تھا بادل نخواستہ نہیں بلکہ بادل خواستہ، اس بل کے جو تحریک چلائی گئی تھی، جو باتیں کی

گئی تھیں۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ مولانا عبدالستار خان نیازی، مولانا سمیع الحق صاحب اور آئی جے آئی کے دیگر ساتھی، یہ اکٹھے صدر صاحب کے پاس گئے تھے اور ہم نے ان سے گذارش کی تھی، کہ شاید صدر صاحب کو بھی یاد ہو، اس بیس ماہ کے دور کی طرح اسے نہیں بھولے ہوں گے اس بات، میں سمجھتا ہوں جوان سے ہم نے گذارش کی تھی کہ محترم آپ نے بحیثیت چیئرمین سینٹ، اس بل کے ابتدائی مراحل میں، آپ نے کام کیا ہے اور سینٹ نے اسے منظور کیا ہے اور قریب تھا کہ قومی اسمبلی بھی اسے منظور کرتی لیکن آپ نے قومی اسمبلی کو توڑ دیا۔ مہربانی آپ ہم پر رحم فرمائیں اور اس کو آرڈیننس کے ذریعہ اسے نافذ کر دیں۔ یہ ریکارڈ پر ہے۔ صدر صاحب نے فرمایا۔ وہ تو ٹھیک ہے لیکن آئی جے آئی کے ساتھ پھر الیکشن کس بات پر لڑیں گے۔ میں انتہائی ذمہ داری کے ساتھ اس floor پر یہ بات کر رہا ہوں کہ صاحب صدر اگر آپ کو یاد ہو، آپ ہی نے فرمایا تھا کہ میں اگر آرڈیننس کے ذریعہ اس بل کو جسے سینٹ نے پاس کیا تھا۔ اور یہ سینٹ کا استحقاق مجروح کیا۔ اسے اگر آرڈیننس کے ذریعہ نافذ کروں تو پھر آئی جے آئی کے ہمارے سپوت الیکشن کس بیس پر لڑیں اور یقیناً آپ ریکارڈ کو اٹھا کر دیکھیں کہ آئی جے آئی نے الیکشن اس بنیاد پر لڑا۔

جناب شہزاد گل : یہ بھی بتائیں کہ آپ نے کس بنیاد پر لڑا تھا۔

(مداخلت)

حافظ حسین احمد: میں اس طرف بھی آ رہا ہوں۔ ایک دفعہ ان سے نپٹ لوں۔ تو محترمہ! میں گزارش کرتا ہوں کہ ہم نے جس بنیاد پر الیکشن لڑا وہ بھی آپ کو بتاوں گا۔ اور آپ نے بھی جس بنیاد پر مسلم لیگ کو گالیاں دیں۔ آج آپ نے اتنا عرصہ ایک عظیم مجاہد کے پیچھے چلنے کے بعد۔ ان کی جو قربانیاں جس طرح بیچی ہیں۔ چند وزارتوں کے لئے، وہ بھی قوم کو پتہ ہے۔ محترمہ! میں اس بحث میں نہیں پڑنا چاہتا۔

اخونزادہ بہرہ ور سعید : وہ بھی بتادیں۔

(مداخلت)

ڈاکٹر بشارت الٰہی: پوائنٹ آف آرڈر،

میڈم ڈپٹی چیئر مین: پوائنٹ آف آرڈر، جی ڈاکٹر صاحب!

ڈاکٹ بشارت الٰہی : جی، حافظ صاحب نے کہا ہے کہ سینٹ نے جو شریعت بل پاس کیا تھا، اس کمیٹی میں میں بھی تھا، اور میں صرف اس ایوان کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ باوجود ہماری کوشش کے ان کی جماعت نہ وہاں آئی اور نہ ہی انہوں نے اس کی تائید کی۔

میڈم چیئر پرسن: شکریہ۔ حافظ صاحب۔

حافظ حسین احمد: جی۔ مجھے فخر ہے کہ میں نے اس کی تائید نہیں کی تھی۔ میں ان دوغلے لوگوں میں سے نہیں ہوں کہ جنہوں نے یہاں کھڑے ہو کر گھنٹوں تقریر اس کے خلاف کی اور اس کے بعد جب وزیر اعظم نے انہیں آئی جے آئی کی پارلیمانی پارٹی میں بلایا۔

ڈاکٹر بشارت الٰہی : میں اس بل کی بات کر رہا ہوں جو سینٹ نے پاس کیا تھا۔

میڈم ڈپٹی چیئر مین: حافظ حسین احمد!

حافظ حسین احمد: ڈاکٹر صاحب! میرا خیال ہے کہ اگر آپ میری باتیں ٹھنڈے دل سے سنیں تو بہتر ہو گا کیونکہ ہم آپ کی باتیں بھی سنتے ہے ہیں۔

میڈم ڈپٹی چیئر مین: آپ جناب جاری رکھیں اور چیئر کو ایڈریس کریں۔

حافظ حسین احمد : تو جناب! میں گزارش کر رہا تھا کہ جس بل کی صدر صاحب نے بات کی ہے اس کو آئی جے آئی کی تمام جماعتوں نے، آٹھ دینی جماعتوں نے، آٹھ سیاسی جماعتوں نے جو آج بھی آئی جے آئی میں شامل ہیں......

اخونزادہ بہرہ ور سعید : کون سی جماعتیں......

(مداخلت)

حافظ حسین احمد: میں نے جناب، آپ کو سب کے نام پڑھ کر سنائے ہیں۔ یہ آپ کی پارٹی کے ہیں۔ آپ جاری رکھیں۔ آپ ادھر ادھر نہ دیکھیں...... آپ بھی کان لگائے بیٹھے ہیں۔

اخونزادہ بہرہ ور سعید : سچ سننا پڑتا ہے۔

حافظ حسین احمد : میں جناب سنوں گا اور سن رہا ہوں۔ میں گذارش کروں گا کہ ۲۳ اپریل کو جو فیصلہ ہوا تھا، اس کے بعد ہماری جو دینی ساتھی ہیں جنہوں نے اس پر دستخط کئے، انہیں بھی سوچنا چاہے کہ صاحب صدر سے بھی گذارش ہے۔ صدر صاحب نے پارلیمینٹ کے متعلق ذمہ داری کی جو بات کی ہے، محترمہ! ہم سمجھتے ہیں کہ میں صدر صاحب کی خدمت میں گزارش کروں گا کہ پارلیمینٹ اس آئین کے تابع ہے۔ آپ پارلیمینٹ کو اس آئین کے مطابق چلا رہے ہیں۔ پارلیمینٹ کے دونوں ایوان اس آئین کے مطابق قانون کرینگے اگر آپ آئین کی دفعہ 203 کو دیکھیں اس میں اسلامی نظریاتی کونسل کے کارہائے منصبی اس میں مجلس شوریٰ، پارلیمنٹ اور صوبائی اسمبلیاں۔ اس کے آخر میں آپ دیکھیں گے کہ اس کی ذیلی شق چار ہے کہ اسلامی کونسل اپنے تقرری کے سات سال کے اندر اپنی حتمی رپورٹ پیش کرے گی اور آخر میں ہے کہ حتمی رپورٹ کے بعد دو سال کی مدت کے اندر اس کی نسبت سے قانون وضع کرے گی لیکن اگر پارلیمنٹ کی بات کی جاتی ہے صاحب صدر۔ تو اس وقت ۲۰۳ کی جو دفعہ ہے، وہ موجود ہے، اسلامی نظریاتی کونسل موجود ہے، اور ۱۹۶۲ سے یہ قائم ہے اور انہوں نے اس وقت بھی سفارشات سے دفاتر کے دفاتر بھر دیئے ہیں۔ اور اس ایوان میں بھی یہ سفارشات پیش کی جاتی ہیں۔ Table کی جاتی ہیں۔ اور اس کے بعد ہم یہاں چیختے ہیں۔ اس فلور پر بھی میں نے اس واک آؤٹ کیا تھا۔ ہم نے گزارش کی تھی کہ اس پر قانون سازی کرنا تو دور کی بات ہے۔ آپ مجھے بتائیں کہ آج تک آپ نے ان اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات پر بحث کی بھی اجازت دی۔ پارلیمنٹ کی بالادستی کی بات کی جاتی ہے۔ پارلیمنٹ پابند ہے کہ آئین کی دفعہ ۲۰۳ کے تحت کہ وہ اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات پر نہ صرف بحث کر بلکہ اس پر قانون سازی کرے اور یہ آپ ان کو لاکر اس طرح table کر دیتے ہیں اور اس کے بعد آپ کہتے ہیں کہ جو اس

کے حق میں ہیں وہ "Ayes" کہیں اور جو خلاف ہیں وہ "No" کہیں۔ اور یہ ایوان میں ہو چکا ہے۔ اس پر میں نے احتجاج کیا ہے۔

میں یہ گزارش کروں گا کہ صاحب صدر، جس پارلیمینٹ کو آپ سراہتے ہیں، جس سے آپ سالانہ خطاب فرماتے ہیں، یہ کوئی انگریزوں کا شاہی دربار نہیں ہے۔ یہ قوم کے منتخب نمائندے ہیں۔ آپ بھی اس آئین کے پابند ہیں۔ ہم بھی اس آئین کے پابند ہیں۔ لیکن آپ یہ کیوں بھول جاتے ہیں کہ آپ نے اس کو کیوں یاد نہیں رکھا کہ جناب اس دفعہ کے تحت آج تک اسلامی نظریاتی کونسل کی رپورٹ پر مجلس شوریٰ اور صوبائی اسمبلیوں نے غور نہیں کیا۔ اور غور کیا کریں؟۔ یہ اس لئے نہیں کیا کہ جناب اسلامی نظریاتی کونسل ایک آئینی ادارہ ہے۔ لیکن اگر وفاقی کابینہ، اگر صاحب صدر، آپ، اور اگر آپ کے افراد اس دستور کو پامال کریں، اس کی دفعات کا اور اس دستور کے تحت قائم شدہ کونسل جو ہے، اسلامی نظریاتی کونسل جو ہے، یا دوسرے ادارے ہیں، ان کو آپ ایک "پر" کی وقعت نہ دیں گے تو یقین جانیے کہ پھر یہاں پر غیر دستوری عمل چلتا رہے گا۔

جناب والا! میں یہی گذارش کروں گا کہ اسلامی نظریاتی کونسل نے دفاتر کے دفاتر سفارشات مرتب کی ہیں۔ مولانا ظفر احمد انصاری کمیشن، ضیاء الحق مرحوم نے مقرر کیا تھا اور اس آئین میں سودی نظام کو دس سال کے لئے مستثنٰی قرار دیا گیا تھا۔ اور دس سال کے بعد وفاقی شرعی عدالت نے، وہ بھی کوئی میرا ادارہ نہیں ہے، کوئی غیر آئینی ادارہ نہیں ہے، وہ بھی آئینی ادارہ ہے، اس آئین میں اس کی تشکیل اور طریقہ کار موجود ہے، اس کی آئینی صورت موجود ہے۔ لیکن وہ اگر فیصلہ کرتی ہے کہ جناب سود کو ختم کیا جائے اور اسلامی نظریاتی کونسل اور آپ کے مولانا ظفر احمد انصاری کمیشن، جو جنرل ضیاء الحق نے مقرر کیا تھا، اس بارے میں انہوں نے دفاتر کے دفاتر سفارشات مرتب کی ہیں۔ حتیٰ کہ انہوں نے اس کو دفعہ وار ترتیب دیا ہے اور یہ ہمارے پاس موجود ہیں۔ مگر آپ انہیں نظر انداز کر کے سودی نظام کے تحفظ کے لئے۔ ایک وفاقی وزیر اٹھ کر، محترمہ! ہمارے سردار آصف علی

صاحب، وہ یہ اعلان کرتے ہیں کہ جناب ہم تو مصر سے یا کسی اور ملک سے فتویٰ جو ہے وہ منگواتے ہیں۔ فتاویٰ درآمد کرتے ہیں۔اور ہم چاہتے ہیں کہ ہمیں ایسے فتاویٰ ملیں جو کہ اس سودی نظام کو جائز قرار دیں۔ محترمہ! میں آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا یہ جو بیان ہے جو کہ ایک وفاقی وزیر کا بیان ہے، یہ آئین کی خلاف ورزی نہیں ہے۔ آئین میں واضح طور پر موجود ہے۔ دفعہ ۲۰۳ میں واضح طور پر موجود ہے کہ اسلامی کونسل جو ایک آئینی ادارہ ہے، اس کے فرائض منصبی میں یہ ہے کہ جو مسائل ہیں جو مشکلات ہیں، خواہ یہ معاشی ہوں یا سیاسی ہوں یا کسی اور قانون کے تحت ہوں، ان کو آپ حل کرنے کے لئے اسلامی نظریاتی کونسل کے سپرد کرینگے اور جو وہ سفارشات اسلام کی روشنی میں مرتب کریگی، ان سفارشات پر پھر آپ نے بحث کرنی ہے، ان سفارشات پر آپ نے قانون سازی کرنی ہے لیکن اس کو نظر انداز کر کے ،اسلامی نظریاتی کونسل کو بائی پاس کر کے ایک قانونی ادارہ کو نظر انداز کر کے اگر وہ یہ کہیں کہ جناب اس کے لئے، اس مسئلہ کے لئے میں بیرون ملک میں فتاویٰ طلب کروں گا۔ تاکہ وہ فتاویٰ جو ہمارے لئے suitable ہو ان کو طلب کروں گا۔ کیا یہ آئین سے غداری نہیں ہے۔ کیا آئین کی خلاف ورزی نہیں ہے۔ محترمہ میں بتانا چاہتا ہوں۔ چھوڑیئے جو آئی جے آئی کے علماء ہیں۔ آپ اسلامی نظریاتی کونسل کو نہیں مانتے۔ آپ مولانا ظفر احمد انصاری کمیشن کو نہیں مانتے۔ آپ اس آئین کی دفعات کو نہیں مانتے۔ آپ قرارداد مقاصد کو چیلنج کرتے ہیں۔ آپ سود کی علت کے لئے برملا فتاویٰ صادر کرتے ہیں۔ ان تمام کو نہیں مانتے لیکن یہ بتائیں یہ جو آپ کے مولوی بیٹھے ہیں انکی بات مانتے ہو یا نہیں مانتے۔ مولانا عبدالستار خان نیازی وزارت مذہبی امور کے وفاقی وزیر ہیں۔ آپ کی حکومت میں ہیں آپکی کیبنٹ میں بیٹھے ہیں۔ آپ ایران سے مصر سے فتاویٰ مانگ کر، آپ قاضی حسین احمد، پروفیسر خورشید احمد جو ہمارے معاشی expert ہیں، ان کو آپ چھوڑ کر، مولانا سمیع الحق کو چھوڑ کر، معین الدین لکھوی صاحب، مولانا رحمت اللہ ایم این اے، ان کو جو آپ کے آئی جے آئی کے ممبر ہیں آپکی پارلیمنٹ کے ممبر ہیں آپ کی

وزارت مذہبی امور کے head ہیں، وفاقی وزیر ہیں۔ آپ ان سے کیوں فتویٰ نہیں لیتے؟ کیا آپ انکی توہین نہیں کر رہے؟ کیا آپ نہیں سمجھتے کہ وفاقی وزیر مولانا عبدالستار خان نیازی ہیں ان کو آپ چھوڑ کر آپ کسی دور افتادہ علاقے میں وہ کون تحقیق کرگا کون سوچے گا کہ کس کا آپ نے فتویٰ لیا۔

محترمہ! ہم سمجھتے ہیں کہ آئین کی خلاف ورزی کی جارہی ہے اور کیبنٹ میں برملا طور پر روز آرہا ہے ایک بار نہیں دس بار بیس بار انکار بیان چھپ رہا ہے کہ جناب سود جو ہے وہ حلال ہے اور ہم فتویٰ منگوا رہے ہیں۔ میں نہیں سمجھتا کہ اسلامی نظریاتی کونسل کا کیا function ہے کیا واقعی اگر باہر سے فتویٰ منگواتے ہیں۔ آپ اپنے لئے sutitable فتویٰ منگواتے ہیں۔ آپ اپنے لئے معاشی نظام جو suit کرتا ہے۔ اسلام کا لیبل لگا کر منگواتے ہیں۔ تو پھر خدارا اسلامی نظریاتی کونسل پر لاکھوں کروڑوں روپیہ کیوں خرچ کیا جارہا ہے۔ لاکھوں کروڑوں روپیہ انکے اجلاسوں پہ، انکی تنخواہوں پہ انکی رہائش اور کمیٹیز پہ کیوں خرچ کیا جارہا ہے؟ اسے ختم کیا جائے۔ اور عجیب بات ہے محترمہ! کہ اسلامی نظریاتی کونسل نے جتنی بھی سفارشات پیش کی ہیں ایک طرف ان سفارشات پر اس ایوان میں قانون سازی نہیں کی گئی، قانون سازی تو چھوڑیئے اس پر بحث نہیں گی گئی۔ اور بحث کو چھوڑیئے ایک اور عجیب طریقہ اپنایا محترمہ! کہ اسلامی نظریاتی کونسل کو انہوں نے پابند کیا ہے کہ انہوں نے جتنی بھی سفارشات مرتب کی ہیں یا مرتب کر رہے ہیں وہ قوم کے سامنے نہیں لا سکتے۔ وہ پریس کو نہیں بتا سکتے۔ وہ قوم کو نہیں بتا سکتے کہ 62 سے ہم نے قوم کے لئے کیا تجویز کیا ہے۔ وہ اس لئے نہیں بتاتے اگر آج قوم کو پتہ چل جائے کہ جناب اس اسلامی نظریاتی کونسل نے یہ تمام سفارشات مرتب کی ہیں اور سود کا متبادل انہوں نے طے کر رکھا ہے پھر انکے لئے فرار کا کوئی راستہ نہیں رہتا۔ اور یہ اس پہ پابندی لگاتے ہیں میں اپنے اسلامی نظریاتی کونسل کے معزز ممبران سے دست بدستہ گذارش کروں گا کہ اگر آپ پہ یہ قدغن ہے۔ آپ پہ یہ پابندی ہے۔ آپ نے جو کچھ تحقیق کی ہے۔ آپ جو کچھ کام کر رہے۔ ہیں آپ

نے قوم کیلئے جو کچھ لائحہ عمل مرتب کیا ہے۔اور وہ سفارشات آپ نے مرتب کی ہیں اور نہ ہمیں اس پر بحث کنے دیتے ہیں پارلیمینٹ میں، یہ اس پہ قانون سازی ہوتی ہے اور آپ کی آئینی حیثیت کو سردار آصف احمد علی challenge کرتا ہے۔ اور آپ کو چھوڑ کر by pass کر کے وہ باہر سے فتویٰ منگواتا ہے اور آپ کی سفارشات کو عوام کے پاس پہنچنے سے روکنے کی کوشش کی جاتی ہے اور آپ پر یہ پابندی لگائی گئی کہ یہ پریس کو نہ بتائیں تو پھر آپ کے رہنے کی کیا ضرورت ہے؟ آپ ہی غیرت ایمانی کا مظاہرہ کریں۔ آپ اس نظریاتی کونسل سے مستعفی ہو جائیں تاکہ مسئلہ ہی صاف ہو۔ آپ میں جو عزت نفس ہے اسکا بھی خیال رکھیں۔

محترمہ! میں بتانا چاہتا ہوں کہ آصف علی صاحب نے یہ کہا تھا کہ آیئے ہمیں بتایا جائے۔ میں کہتا ہوں ہم بتانے کے لئے تیار ہیں۔ ہم نے چیلنج دیا ہے۔ ہمارے لالیکا صاحب بیٹھے ہیں۔ قوم کو بتایا جائے۔ اسلامی نظریاتی کونسل نے سفارشات مرتب کی ہیں۔ آپ انہیں چھپا کر قوم کو dark میں اندھیرے میں رکھنا چاہتے ہیں میں تیار ہوں۔ اسکے لئے اس فلور پہ میں کہتا ہوں آپ یہاں پر ہوں آپ ٹی وی منگوائیں میں اسکے ساتھ مناظرہ کے لئے تیار ہوں۔ اگر ہم ثابت کر سکے کہ اس سودی نظام کا متبادل اسلام میں موجود ہے ہم رہیں گے اگر نہ رہے تو میں حلف اٹھا کر کہتا ہوں کہ میں مستعفی ہو جاؤں گا اور زندگی بھر سیاست نہیں کروں گا۔

محترمہ! میں یہ ایسے دعویٰ نہیں کر رہا یہ آپ نے ہمیں تقسیم کر کے دیں یہ سالانہ رپورٹ 89-88ء یہ آپ تقسیم کر کے ہمیں دیں۔ اس میں نظام معیشت ہے جی۔ اس میں آپ نے پڑھا ہے آپ نے کمیٹی مقرر کی ہے آپ نے اس مسئلے کے بارے میں کمیٹیاں مقرر کی ہیں اور اس کمیٹی کی رپورٹ کہاں ہیں؟ وہ آپ کیوں نہیں لاتے؟ آپ اس پہ بحث کرنے سے کیوں ہچکچاتے ہیں؟ اس لئے کہ گھناؤنا چہرہ عوام کے سامنے آئے گا کہ جناب یہ ہیں آپ کے مفتی سیاح الدین صاحب ہیں، مولانا محمد حسین نعیمی ہیں، مولانا مفتی ظفر

احمد نعمانی ہیں، مولانا تقی عثمانی ہیں، جو فیڈرل شریعت کورٹ کے ہیں۔ مولانا عبدالقدوس قاسمی ہیں، مولانا منتخب الحق قادری ہیں، مولانا محمد مالک کاندھلوی ہیں، یہ تمام انہوں نے ان مسائل کے بارے میں رپورٹیں مرتب کی ہیں آپ مجھے بتائیں کہ اگر آپ مخلص ہیں۔ آپ دوسری باتوں کو چھوڑیں جو رپورٹیں آج تک مرتب ہو چکی ہیں آپ ان رپورٹوں پر قانون سازی کیوں نہیں کرتے؟ قانون سازی تو چھوڑیئے ان رپورٹوں پر آپ بحث کی کیوں اجازت نہیں دیتے۔ اس فلور پر بھی ہم احتجاج کرتے رہے ہیں۔ میں نے واک آؤٹ بھی کیا ہے۔ لیکن ہمیں بحث کی اجازت نہیں دی گئی۔ اس سے پتہ چلا محترمہ! آصف علی صاحب سب کچھ موجود ہے۔ لیکن وہ نیت موجود نہیں ہے۔ یقین جانیئے کہ میں حیران ہوں جو لوگ بیٹھے ہوئے ہیں۔ ان کی صنعتیں ہیں جو صنعتکار ہے جو سودی قرضہ لیتے ہیں۔ قوم کا پورا سرمایہ جو ہڑپ کرنے کے درپے ہیں۔ محترمہ انہیں suit نہیں کرتا کہ وہ سود کو ختم کریں۔ میں سمجھتا ہوں محترمہ! یہ در آمد کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ سود کے بغیر کوئی زندہ نہیں رہ سکتا۔ ہمارے ہاں کوئٹہ میں ایک ہیروئن فروش تھے۔ انہوں نے کہا کہ ہیروئن کے بغیر کوئی زندہ نہیں رہ سکتا ہے۔ ظاہر ہے وہ اپنے حالات کے مطابق صحیح کہتا تھا۔ جو صورتحال اسکی بنی تھی اسکے مطابق وہ صحیح کہہ رہا تھا۔ لیکن ہزاروں کروڑوں آدمی اس دنیا میں ایسے ہیں کہ وہ بغیر اس کے زندہ ہیں۔

ہم سمجھتے ہیں کہ اس مسئلے کے بارے میں جو اسلامی نظریاتی کونسل کی رپورٹیں ہیں۔ ویسے ہم نظریاتی کونسل کی رپورٹیں چھوڑتے ہیں۔ جس نے 62ء سے لیکر اب تک کچھ نہیں کیا اور آئین میں اسکا وجود ہے۔ اسکو اگر آپ برملا کہتے ہیں کہ کچھ نہیں کیا تو میں پوچھتا ہوں کہ اسکی حیثیت کیا رہتی ہے اور کروڑوں روپیہ اب تک اس پر کیوں خرچ کیا جا رہا ہے۔

محترمہ! میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ یہ کو آپریٹو سکینڈل کیا ہے کیا یہ سودی نظام کا شاخسانہ نہیں ہے میں نہیں پوچھ سکتا ہوں آج پوری قوم غریب عوام اس میں مبتلا ہیں یہ

سود کا مسئلہ ہے سود کے لالچ میں لوگوں نے اپنی جمع پونجی دی تھی اور ہم سمجھتے ہیں کہ یہ سنٹرل کوآپریٹو بنک لاہور، یہ کس کا ہے اور یہ کون لوگ تھے؟ آج یہ وہی لوگ تھے انکے والد گرامی تھے جو آج کہتے ہیں کہ جناب سود کا متبادل اسلام میں موجود نہیں ہے۔

سردار آصف احمد علی: پوائنٹ آف آرڈر محترمہ!

میڈم ڈپٹی چیئرمین : جناب سردار صاحب! یہ پہلے decide ہوا تھا کہ Speech کے دوران مداخلت نہیں ہوگی۔

سردار آصف احمد علی : جناب انہوں نے میرے اوپر ذاتی حملہ کیا ہے۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : پھر parsenal explanation کرلیں۔

سردار آصف احمد علی : محترمہ! یہ ایک debate خواہ مخواہ شروع کردی گئی ہے۔ میں تو انکا احترام کرتا ہوں۔ پہلے بھی کرتا تھا۔ آئندہ بھی علماء حضرات کا احترام کروں گا۔ مگر نہ جانے انکو میرے ساتھ کیا عداوت ہے۔ میں نے تو ملک کی معیشت کو بچانے کی بات کی ہے اور ان حضرات سے میں نے بار بار کہا ہے کہ خدا کے واسطے آپ ملک کی معیشت کو بچانے کے لئے workable solution دیں۔ یہ کہہ رہے ہیں کہ میں نے سود کھایا۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : شکریہ! تشریف رکھیں جی حافظ صاحب آپ پرسنل نہ ہوں۔

**Sardar Asif Ahmed Ali :** Mohtarma I have never taken one penny as interest in my life.

نہ میرے باپ نے کبھی سود کھایا اور نہ میں نے کبھی سود کھایا جو کچھ یہ الزام تراشی کررہے ہیں یہ بالکل غلط بات ہے۔ انہیں اللہ سے ڈرنا چاہیئے ایسی باتیں نہیں کرنی چاہئیں۔

حافظ حسین احمد: محترمہ! انہیں یہ حق پہنچتا ہے اور میں نے گذارش کی ہے کہ اگر آصف علی صاحب یہ فرماتے ہیں کہ اسکے interest میں کہہ رہا ہوں۔ میں بھی اس ملک کے مفاد میں بات کر رہا ہوں اور اس ملک کے ایک شہری کی حیثیت سے اس ملک کی پارلیمنٹ کے ایک ممبر کی حیثیت سے، ذاتی بات نہیں کر رہا ہوں۔ باقی قانون موجود

ہے۔ آپ کی وزارت مذہبی امور کس مرض کی دواہے کس سر درد کی دواء ہے وہ۔ کس مرض کیلئے رکھا ہے آپ کو کیا حق پہنچتا ہے کہ آپ مذہبی معاملات میں ٹانگ اڑائیں۔ آپ اسے refer کریں۔

محترمہ! میں آپ سے پہلے گذارش کر تا رہا ہوں کہ یہ اسلامی نظریاتی کونسل نے جو آج تک کام کیا ہے وہ کیا ہے آپ کابینہ میں ہیں۔ وزیر اعظم صاحب یا تو آپ کے نظریات پہ چلیں یا پھر آئین پہ چلیں یا قرار داد مقاصد کو آپ نکال کر پھاڑ دیں۔ آپ اس پارلیمنٹ کی پیشانی پہ جو کلمہ طیبہ لکھا ہوا ہے اسکو اٹھا کر پھینک دیں۔

ہم یہ نہیں سمجھتے کہ آپ جو الفاظ کہہ رہے ہیں۔ آپ کو اس کی سنگینی کا احساس ہے۔ آپ یہ کہہ رہے ہیں کہ میں ایران سے فتویٰ منگوا رہا ہوں۔ آپ یہ کہہ رہے ہیں کہ جناب میں یہ فلاں علاقے سے منگوا رہا ہوں آخر آپ کے پاس علماء کی کوئی کمی ہے آپ کے وفاقی وزیر مذہبی امور کی وزارت ایک عالم دین کے سپرد ہے۔ آپ ان سے کیوں نہیں پوچھتے آپ قاضی حسین احمد سے کیوں نہیں پوچھتے۔ آپ پروفیسر خورشید سے کیوں نہیں پوچھتے۔ آپ مولانا معین الدین لکھنوی سے کیوں نہیں پوچھتے۔ آپ مولانا سمیع الحق صاحب سے کیوں نہیں پوچھتے۔ آپ اسلامی نظریاتی کونسل سے کیوں نہیں پوچھتے آپ وفاقی شرعی عدالت سے کیوں نہیں پوچھتے محترمہ! آپ ان سے کیوں نہیں پوچھتے۔ سوال یہ ہے کہ آپ اپنے ذہن کے مطابق کرتے ہیں۔ اور اس فیصلے کو آپ ٹھونستے ہیں۔ میں نے کہا کہ آپ آئیں۔ آج میں کہہ رہا ہوں کہ آپ ٹی وی پر آئیں۔ آپ انتظام کریں اگر میں ثابت نہ کر سکا کہ سود کے بغیر حکومت چل سکتی ہے اور اسلام میں سود کا متبادل موجود ہے تو میں مستعفی ہو جاؤں گا۔ آپ کی جان چھوٹ جائے گی۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : مجھ سے پوچھنے پر حافظ صاحب آپ نہیں مانیں گے۔

حافظ حسین احمد: نہیں میں یہ بات مان لوں گا۔ لیکن محترمہ! میں یہ گذارش کر رہا ہوں کہ میرے پاس جو figures ہیں۔ آپ یہ بتائیے کہ سینٹرل کواپریٹو بینک لاہور کے

پریزیڈنٹ صاحب کون تھے؟ آپ کے والد تھے۔ دیکھئے مجھے جو figures ملی ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ وہ غلط ہوں، آپ اس کی تصحیح کر سکتے ہیں۔ میں آپ کو بتاؤں کہ ۸۵ لاکھ روپیہ کا چکر چلا تھا عدالتوں میں۔

(مداخلت)

میڈم ڈپٹی چیئر مین : to the point رہیں۔ حافظ حسین احمد صاحب! میں نے آپ کو کہا کہ Chair کو ایڈریس کریں۔

**Sardar Asif Ahmed Ali :** Madam Chairm, these are accusations on me.

† [ * * * * * * * * * * * * ]

He is religious leader.

میرے خلاف یا میرے خاندان کے خلاف ایک دمڑی یہ نکال دیں خدا کی قسم، سیٹ کیا، اپنے آپ کو حلال کر دوں گا۔ یہ کیسی باتیں کرتے ہیں۔ کبھی کفر کے فتوے لگا رہے ہیں۔

(مداخلت)

میڈم ڈپٹی چیئر مین : حافظ صاحب! آپ پرسنل نہ ہوں آپ تقریر کریں۔

سردار آصف احمد علی : پاکستان کی بات کرتے ہیں اور کفر کے فتوے لگاتے ہیں

† [ * * * * * * * * * * * * ]

حافظ حسین احمد : جناب میں کسی کو بھی حق نہیں دیتا کہ وہ مجھ پر الزام تراشی کریں میرے پاس figures ہیں۔ اسے حق ہے floor پر بولنے کا۔ یہ تمام وزراء بیٹھے ہیں۔ وہ عدالت میں challange کریں مجھے۔

میڈم ڈپٹی چیئر مین : حافظ حسین احمد صاحب! ان کے الفاظ بھی حذف کیے گئے ہیں۔

† [ * * * * * * * * * * * * ]

† (بحکم ڈپٹی چیئر مین الفاظ حذف کیے گئے)

حافظ حسین احمد : اور ٹی وی پر مناظرہ کریں میرے سامنے وہ Minister ہیں۔ان کا حق ہے وہ جب بھی چاہیں۔ میں تو بڑی مشکل سے کسی پوائنٹ آف آرڈر پر بول سکتا ہوں وہ بھی اگر آپ کی نظر کرم ہو۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : نہیں جی میں تو ہمیشہ موقع دیتی ہوں۔ آپ جاری رکھیں۔ حافظ حسین احمد صاحب۔

حافظ حسین احمد: میرے بعد پریس کانفرنس کریں۔ میرے بعد یہ جو کچھ کرنا چاہیں ٹی وی پر یہ دو دن آئیں۔ لالیکا صاحب کے یہ قریب بیٹھے ہیں۔ ٹی وی پر یہ وہاں جا کر مناظرہ کریں۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : ٹائم بہت کم ہو رہا ہے۔ آپ اپنی تقریر جاری رکھیں۔ابھی اور بھی سپیکر ہیں۔ حافظ حسین احمد صاحب! آپ سپیچ جاری رکھیں

حافظ حسین احمد :یہاں پر تو ڈھائی ڈھائی گھنٹے لوگ بولے ہیں۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : نہیں۔ میں نے تو کہا ہے کہ آپ جاری رکھیں۔اس طرح تو چار گھنٹے میں بھی آپ کی تقریر ختم نہیں ہو گی۔

حافظ حسین احمد: میں کوئی موضوع سے ہٹا ہوں۔ میں تو صدر صاحب کی تقریر پر بات کر رہا تھا۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : آپ ایسے ویسے نہ کریں۔ آپ speech جاری رکھیں۔

حافظ حسین احمد: محترمہ! میں گزارش کر رہا تھا کہ مجھے جو figures ملی ہیں۔ اگر وہ تسلیم کرتے ہیں کہ سردار صاحب کے والد محترم بنک پریذائیڈنگ تھے۔وہ میرے لیے بھی قابل احترام ہیں۔ لیکن کیا عدالتوں میں کیس دائر نہیں ہوا تھا۔ کیا ۸۵ء کے اس دور میں ڈاکٹر محبوب الحق سے ان پیسوں کو انہوں نے معاف نہیں کرایا تھا۔ ان سے right of نہیں کرایا تھا۔ یہ حقائق ہیں۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین: آپ personal اس پر نہ کریں۔ آپ ان کے role اور جو

پالیسی ہے اسے discuss کریں۔ یہ صحیح ہے یا غلط ہے۔ آپ ایک آدمی کا نام لے کر اسے point out نہ کریں۔

**Sardar Asif Ahmed Ali :** Madam Chairperson ! I am sorry to say……

† [ * * * * * * * * * * * * ]

میڈم ڈپٹی چیئرمین : سردار آصف صاحب ! وہ میں نے کہہ دیا ہے آپ اپنی speech میں ساری clearance دیں۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : سردار آصف صاحب! آپ حکومتی Bench پر ہیں۔ الفاظ پر ذرا توجہ دیں۔ کہ ۸۵ لاکھ روپیہ write off کیا تھا۔

(مداخلت)

حافظ حسین احمد : میرا آپ ریکارڈ دیکھیں۔ میں نے کسی کا نام نہیں لیا۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : سردار آصف صاحب ! آپ اپنی باری پر سارا کچھ بیان کر دیجیئے گا۔

**Sardar Asif Ahmed Ali :** He is challenging my integrity. Mohterma ! he is questioning my honesty and integrity and my family's integrity……

† [ * * * * * * * * * * * * ]

سردار آصف احمد علی: میں بار بار کہہ رہا ہوں انہیں۔ اگر یہ court میں چلے جائیں تو I will prove there.

میڈم ڈپٹی چیئرمین : سردار صاحب! آپ تشریف رکھیں۔ جناب حافظ حسین احمد صاحب! آپ تقریر کریں۔ کسی ایک کو point out نہ کریں۔

---

† (بحکم ڈپٹی چیئرمین الفاظ حذف کئے گئے)

حافظ حسین احمد : محترمہ! میں کسی کا نام لیتا ہوں۔ مجھے جو......

میڈم ڈپٹی چیئرمین : نہیں۔ آپ کسی کا نام نہ لیں۔ ایک چیز کو آپ نے چار دفعہ کہہ دیا اب آئے چلیں۔

حافظ حسین احمد : عدالتوں کی صورت حال یہ ہے کہ چور بھی خود ہوتے ہیں۔ مدعی بھی خود ہوتے ہیں اور وکیل بھی خود ہوتے ہیں اور ڈاکٹر محبوب الحق وزیر خزانہ سے مجھے اطلاع ملی ہے۔ بہر حال وہ اسے contradict کر سکتے ہیں کہ ڈاکٹر محبوب الحق نے کسی کے ۸۵ لاکھ روپے write off کئے ہیں۔

(مداخلت)

حافظ حسین احمد : محترمہ! میں گزارش کروں گا کہ آپ عورت ہو کر بھی کافی صابر و شاکر ہیں۔ ہمارے مردوں کو بھی اللہ توفیق دے۔ بہر حال ہمارے محترم کے اگر اپنے نظریات ہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے بھی اپنے نظریات ہیں۔ قوم کو بتانا چاہیئے۔ آپ مجھ پر ناراض نہ ہوں۔ میں جھوٹ نہیں بولتا۔ میں نے کچھ باتیں کی ہیں کہ فلاں کے والد صاحب تھی۔ صدر آپ ہیں۔ آپ نے تسلیم کیا۔ اگر وہ بات غلط ہے۔ تو میں معذرت خواہ ہوں۔ لیکن اگر صحیح ہے تو پھر......

میڈم ڈپٹی چیئرمین : بس آپ جاری رکھیں۔

حافظ حسین احمد : بہر حال محترمہ! میں یہ گزارش کر رہا تھا کہ صدر نے اپنی تقریر میں مشترکہ مفادات کونسل کا تذکرہ کیا ہے۔ گزارش یہ ہے کہ ہم جس ایوان میں بیٹھے ہیں۔ میں کھڑا ہوں آپ بیٹھے ہیں۔ ہم اس ایوان میں جو سینٹ کہلاتا ہے۔ جو ایوان بالا کہلاتا ہے۔ اس کے قیام کا مقصد پارلیمانی طرز حکومت میں صرف اور صرف یہ ہے کہ مختلف Units کے مفادات کا تحفظ ہو۔ اور یقیناً یہ بات ہے کہ یہاں پر بلوچستان کے بھی ۱۹ ممبر ہیں۔ پنجاب کے بھی ۱۹ ہیں، سرحد کے بھی ۱۹ ہیں اور سندھ کے بھی ۱۹ ہیں۔ میں گزارش کر رہا تھا کہ اس ایوان کی ذمہ داری صرف اور صرف یہ ہے کہ چھوٹے صوبوں کے

ساتھ ہونے والی ناانصافی کا ازالہ ہو جائے۔ جیسے پانی کی تقسیم ہے عوام کو کیا فائدہ پہنچے، موٹروے ہے اس سے عوام کو کیا فائدہ پہنچے گا اب سوال یہ ہے کہ عوام بے روزگار ہیں۔

میں ایک چھوٹے سے صوبے سے تعلق رکھتا ہوں۔ جو انتہائی وسیع و عریض ہے۔ آپ بھی اسی صوبے سے تعلق رکھتے ہیں۔اب آپ بتائیں کہ آپ کو نکال کر سینٹ میں ہمارا کون ہے۔ اس ادارے میں کتنے ملازم ہیں بلوچستان کے۔ قومی اسمبلی سیکرٹریٹ میں کتنے ملازم ہیں بلوچستان کے۔ یہ ہمارے وزراء بیٹھے ہوئے ہیں۔ لالیکا صاحب ہیں، آصف علی صاحب ہیں محترم ہیں ان سے پوچھتا ہوں کہ آپ کے محکموں میں کتنے ملازم ہیں۔ کبھی ban لگا ہے۔ ہمارے پاس کمرے بھرے ہوئے ہیں لوگ آئے ہیں بیٹھے ہوئے ہیں آپ نے اگر ملازمتیں نہیں دینی ہیں۔ خدارا آپ اعلان کر دیتے۔ اور اس فلور پر ہمارے وزیر قانون صاحب نے کہا کہ جی ہم نے میرٹ کی بنیاد پر کئے۔ جو بھی آپ کے پبلک سروس کمیشن کے تحت۔ محترم! میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا پبلک سروس کمیشن پر بھی آپ کے ban کا اطلاق ہوتا ہے۔اس پر تو نہیں ہے۔اس پر تو ویسے بھی نہیں ہے۔اب ظاہر ہے کہ اندرون خانہ آپ کسی انداز میں بھی۔ یہ احساس محرومی مختلف صولوں کے درمیان ہے، اسے آپ ختم نہیں کریں گے۔ کسٹم ہے، پی آئی اے ہے۔ نارکوٹکس ہے، سول سیکرٹریٹ ہے۔ قومی اسمبلی ہے۔ Senate ہے۔ یہ تمام ہیں۔ یہ کیا ہو رہا ہے۔ بلوچستان کے ساتھ ناانصافی ہے یا نہیں۔ کیا آپ تصدیق کرتی ہیں۔

یہی میں گزارش کر رہا تھا کہ ہمارے وزیر قانون صاحب تشریف لائے ہیں وہ اس بات کو نوٹ کریں۔ کہ جناب اس ایوان میں جو صورت حال ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ آپ ان صوبوں کو مطمئن رکھیں جو اس وفاق کے یونٹ ہیں تب یہ گاڑی چل سکتی ہے۔اور اگر آپ انہیں مطمئن نہیں رکھیں گے۔ ہماری لڑائی ہوتی ہے جی کس پر؟ پیسوں پر، ملازمتوں پر۔

میں نے یہی گزارش کی تھی کہ Senate کو فعال بنایا جائے۔ Senate کو بجٹ پر بحث کا اختیار دیا جائے۔ ہارس ٹریڈنگ کی بات کی گئی تھی۔ میں نے یہی گزارش کی تھی کہ جناب

اس ایوان کو بھی حکومت کی تبدیلی میں اہم رول سونپا جائے۔ آپ نے ہمیں معذور و مفلوج کر کے بٹھا دیا ہے۔ وزراء ہمارے پاس نہیں آتے۔ اگر آتے ہیں تو صرف ڈانٹنے کے لئے آتے ہیں۔ کبھی پیار سے کبھی مسکرائے نہیں ہیں۔ ہم یہ سمجھتے ہیں۔ محترمہ! کہ آپ اس ایوان کو اختیار دیں اور آٹھویں ترمیم کے خاتمے کی بات ہوتی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ایک تجویز ہے کہ اگر آپ آٹھویں ترمیم کو اس ایوان کی رضامندی سے مشروط کریں کہ صدر کا جو صوابدیدی اختیار ہے۔ تیشے کو چلانے کا جو اختیار ہے اس اختیار کو آپ اس ایوان بالا کی منظوری سے مشروط کریں تو یقیناً اس آٹھویں ترمیم کو ختم کئے بغیر بھی اس ایوان کو آپ محفوظ رکھ سکیں گے۔ کیوں؟ اس لئے کہ یہاں پر مختلف صوبوں کے لوگ موجود ہیں اور کبھی بھی وہ نہیں چاہیں گے کہ ایوان زیریں کو توڑا جائے اور اس جمہوری ادارے کو ختم کیا جائے اور جب یہ اس کے تحفظ کے اقدامات کرے گا تو پھر وہ جمہوری ادارہ اس کے تحفظ اور اس کے وقار کے لئے کمربستہ ہوگا اور اس طرح یہ پارلیمینٹ اور جمہوری ادارے پنپ سکیں گے اور یہ پارلیمانی ادارے قائم رہ سکیں گے۔

محترمہ میں یہی گزارش کروں گا کہ دوسرا مسئلہ اس سے یہ حل ہوگا کہ ہمارے ہاں اگر سندھ سے وزیراعظم بنتے ہیں تو پنجاب اپنے آپ کو مظلوم ثابت کرتا ہے۔ پنجاب سے وزیراعظم ہوتا ہے تو سندھ اور بلوچستان اپنے آپ کو مظلوم ثابت کرتے ہیں۔ سرحد سے ہوتا ہے تو دوسرے صوبے۔ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ حکومت میں آنے کے بعد اس کی ترجیحات بدل جاتی ہیں۔ ان کی سوچ بدلتی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ پاکستان کی سیاسی تاریخ میں، حقوق کی تاریخ کو ہم اٹھا کر دیکھیں اس میں ایک بات ہے کہ مشرقی پاکستان نے کہا کہ پنجاب نے ہمیں کھایا۔ بلوچستان نے کہا کہ پنجاب نے زیادتی کی ہے۔ سندھ نے کہا کہ پنجاب نے زیادتی کی۔ سرحد نے کہا کہ پنجاب نے زیادتی کی۔ لیکن پچھلے دور میں عجیب اتفاق ہوا کہ پنجاب نے کہا کہ فلاں نے مجھے کھایا اور صوبائی خود مختاری کے سب سے بڑے چیمپئن جو ہیں وہ اس وقت ہمارے محترم وزیراعظم صاحب نواز شریف صاحب تھے۔ ہم سمجھتے ہیں

کہ اگر تحریک عدم اعتماد وہاں پیش ہوتی ہے اور وزیر اعظم کو صرف یہ ڈر ہوتا ہے کہ جناب میں لوگوں کو کس طریقے سے چوہدری صاحب، سردار صاحب، کو فلاں صاحب کو جو پنجاب کے ممبران ہیں ان کو کس طریقے سے اپنے قابو میں رکھوں۔ انہیں بلوچستان کے ارکان کی فکر نہیں ہے۔ اسے بلوچستان کے عوام کی فکر نہیں ہے۔ بھاڑ میں جائے گیارہ آدمی ہیں۔ اس سے کیا بگڑتا ہے۔ محترمہ! میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ اگر انہیں یہ پتہ چل جائے یعنی وزیر اعظم صاحب کی جو جان ہے وہ تو قومی اسمبلی کے طوطے میں ہے اور اس کی جان جو ہے وہ ہمارے صدر اسحاق صاحب کے طوطے میں ہے! ان کے ہاتھ میں ہے اب انہیں پتہ چل جائے کہ صدر اسحاق صاحب اس طوطے کی گردن کو نہیں مروڑیں گے جس تک یہ ایوان اس کی منظوری نہ دے تو جناب پھر تو وہ کچکی صاحب اور مگسی صاحب کا بھی وہ خیال رکھیں گے۔ پھر وہ بلوچستان کو بھی خوش رکھیں گے۔ پھر صوبہ بلوچستان اور مرکز کی لڑائی نہیں ہوگی۔ پھر سرحد اور مرکز کی لڑائی نہیں ہوگی۔ پھر سندھ اور مرکز کی لڑائی نہیں ہوگی۔ یہاں تو جو بھی آکر بیٹھتا ہے تو اسے یہی فکر ہوتی ہے کہ جناب میرے ارکان کہیں ادھر ادھر نہ ہو جائیں۔ ہمارے ہاں کھلاڑی ہوتے ہیں۔ ٹیمیں ہوتی ہیں۔ کوئی کوئی eleven ہوتا ہے۔ کوئی کوئی ہمارا ممبر کسی اور eleven کی ٹیم میں جا کر کھیلنا شروع نہ کرے۔ محترمہ! میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایک تجویز ہے۔ یہ غلط بھی ہو سکتی ہے۔ لیکن وزیر قانون صاحب! آپ اس پر غور کریں۔ آپ اس کے جو نقائص ہیں ان سے بھی ہمیں آگاہ کریں اور اگر کوئی اس سے بہتر تجویز ہو...... ہم یہ جانتے ہیں کہ جو پاکستان، بچا کھچا پاکستان ہے اور اس وقت اس ایوان میں جو چار Unit ہیں ان کو کس طرح متحد رکھا جا سکے اور انہیں زبردستی نہیں رکھا جا سکتا، وہ طاقت کے ذریعے نہیں، وہ اپنی ایٹمی صلاحیت کے ذریعے نہیں ہو سکتا، وہ diplomacy کے ذریعے نہیں ہو سکتا، وہ صنعت کے ذریعے نہیں ہو سکتا، وہ موٹروے کے ذریعے نہیں ہو سکتا، میں اس لئے کہہ رہا ہوں کہ جناب اگر وہ پٹرول کے ذریعے ہوتا تو عرب دنیا منتشر نہ ہوتی اگر وہ پیسے کے بل بوتے پر ہوتا تو چھوٹی چھوٹی

ریاستیں اسلامی نہ ہوتیں اور اگر آپ یونٹوں کو ایٹمی طاقت اور سپر طاقت کے ذریعے یونٹوں کو متحد کرتے ہیں تو سپر طاقت روس کا آج یہ حشر نہ ہوتا اور اگر آپ صنعتوں کے ذریعے کرتے تو جناب اس وقت جرمنی کی تمام دیواریں گر رہی ہیں اور آپ دیواریں کھڑی کر رہے ہیں۔

ہم یہ سمجھتے ہیں، کہ اس Senate کو role ادا کرنے دیجئے یہ وہ ادارہ ہے جو پاکستان کے تحفظ کی ضمانت ہے، جو پاکستان کے تحفظ اور بقا اور سالمیت کا امین ہے۔ اس ادارے کو اپنا رول ادا کرنے دیں آپ اس کو وہ اختیار دے دیں اور یقیناً کبھی بھی ایسا نہیں ہو گا کہ پھر آپ کی قومی اسمبلی کو کوئی طالع آزما توڑ سکے۔ ہاں آپ اس کو اختیار دیں گے قطعاً ایوان بالا کو کوئی ہمارے ساتھ جتنی بھی اس طرف سے زیادتی کرے آصف صاحب جو بھی کریں ہم بڑے فراخ دل ہیں۔ گوہر ایوب صاحب ہوں۔ ہم سب معاف کرنے والے ہیں۔ لیکن ہم کہتے ہیں کہ جناب آپ ہماری خدمات لیں۔ اس Senate کو وہ اختیار دیں تاکہ وہ ان چاروں یونٹوں کے احساس کمتری کو ختم کرے۔ اس اعتماد کو بحال کیا جائے۔ یہ اعتماد موٹروے سے بحال نہیں ہو سکتا۔ یہ اعتماد صنعتی ترقی سے بحال نہیں ہو سکتا۔ یہ اعتماد کو اپریٹو سکینڈل سے بحال نہیں ہو سکتا۔ یہ صرف اور صرف اس طرح بحال ہو گا کہ انہیں پتہ چلے کہ جناب یہ جو آئین ہے، اس میں جو صوبائی خود مختاری ہے، اس آئین میں جو صوبائی خود مختاری ہمیں دی گئی ہے، اس پر مکمل طور پر عملدرآمد ہو گا۔ مخلصانہ طور پر عملدرآمد ہو گا۔ مزید صوبائی خود مختاری کی تب بات کریں گے جب آپ اس آئین میں دی گئی صوبائی خود مختاری کو تسلیم کریں گے۔ اس پر عملدرآمد کریں گے۔ اس پر آپ اس کو مطمئن کریں گے۔ محترمہ! اگر اس میں کوئی خامی ہو تو پھر یہ پارلیمینٹ بیٹھی ہوئی ہے۔ دونوں ایوان ہیں۔ صرف یہ اضافہ کر کے کہ جتنا ہو گیا ہے اس سے ہماری ضروریات پوری نہیں ہوئیں۔ اس سے ہم فلاں حد تک مطمئن نہیں ہیں۔ اس کے بعد پھر وہ کسی انداز میں اس مسئلے کو آگے چلایا جا سکتا ہے۔

محترمہ! میں گزارش کروں گا کہ اس وقت صوبہ بلوچستان میں جو صورت حال ہے

ملازمتوں کا جو مسئلہ ہے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ جو ہماری شاہرائیں ہیں، ان کے جو مسائل ہیں، سوئی گیس کا جو مسئلہ ہے، میں سمجھتا ہوں کہ جناب یہ تمام جو مسائل ہیں، اس وقت حل ہوں گے جب یہ قوم کے پاس پہنچیں گے۔ آئینی طور پر یہ آج بھی موجود ہیں اگر مشترکہ مفادات کو کونسل کا اجلاس بلا کر اس میں یہ لکھ دیا جائے۔ لیکن اس پر عملدا آمد نہ ہو تو میں سمجھتا ہوں کہ وہ انتہائی بڑی زیادتی ہو گی اور اس سلسلے میں میں اپنے محترم وزراء سے یہ یقین دہانی حاصل کرنا چاہتا ہوں کہ آپ بتائیں کہ یہ جو ملازمتیں ہیں، جو کوٹہ آپ نے مقرر کیا ہے۔ کیا اس پر کبھی عملدر آمد ہوا۔ کم از کم آپ تو یہ سفارش کریں۔ کہ ہم یہ دیکھیں جو Senate سیکرٹریٹ ہے اس میں بھی ہمارا ایک بندہ بلوچستان کا ہو گا صوبہ سرحد کے کتنے ہیں۔ یہ ہیں وہ چیزیں جو شاید ان بڑے لوگوں کو جو اوپر بیٹھے ہیں انہیں نظر نہ آئیں۔ کوئی اور آدمی ان مسائل کو اٹھائے۔

محترمہ! میں یہ گزارش کروں گا کہ اس آئین میں دی گئی صوبائی خود مختاری پر عملدر آمد کیا جائے اور جو امن وامان کی صورت حال ہے اس پر میں ابھی گزارش کروں گا۔

سید اقبال حیدر: محترمہ! پوائنٹ آف آرڈر، میں معذرت خواہ ہوں اپنے معزز رکن سے کہ مجھے اس وقت ان کی تقریر میں بولنا پڑا کیونکہ آذان کا وقت ہونے والا ہے ایک اہم مسئلہ تھا جس کی طرف میں نے صبح توجہ مبذول کرانے کی کوشش کی تھی تو چیئرمین صاحب نے کہا تھا کہ ابھی ٹھہریں اجلاس کے آخر میں اس کو اٹھائیں اب چونکہ آذان ہونے والی ہے اور یہ مسئلہ ہے ہمارے اسلام آباد میں درختوں کے قتل عام کا میں نے کال اٹینشن نوٹس آپ کو سینٹ میں دیا ہوا ہے وہ آپ کے سامنے ہے۔ میری آپ سے یہ گزارش ہے کہ Call attention notice کے اوپر ایک منٹ بات کر لی جائے کیونکہ ہمارے محترم رکن کی تقریر تو جاری رہے گی!

جناب منظور احمد گچکی: جاری تو رہے گی لیکن ان کی تقریر کے دوران اس کو نہ لائیں۔

<u>میڈم ڈپٹی چیئرمین</u> : اس وقت نہیں اس کو آپ اگلے sitting day پر لے آئیں۔ تشریف رکھیں۔

<u>سید اقبال حیدر</u>: اچھا اتوار کے دن لے آئیں گے۔

<u>حافظ حسین احمد</u> : ہم تو جمہوری اداروں کے قتل عام کی بات کر رہے ہیں یہ تو درختوں کے قتل عام کی بات کر رہے ہیں۔

**Madam Deputy Chairman :** The House is adjourned to meet again on 1st March, 1992, at 4.00 P.M.

---

[*The House then adjourned to meet again at 4 O'clock in the evening on Sunday, the 1st March, 1994*].

---

PCPPI-487(96)Senate-22-2-2000-150.